عمران سیریز

نام کتاب ——— زہریلے پجاری
مصنف ——— اسلم راہی ایم۔اے
ناشر ——— حفیظ سنز لاہور
مطبع ——— منظور پریس لاہور
بار دوم ——— مئی ۱۹۸۴ء
قیمت ——— ۱۵/- روپے
تعداد ——— ۱۱۰۰

حفیظ سنز، چوک اردو بازار، لاہور ۲

رات کے پُر ماحول سناٹے میں ایک بھیانک اور کھولتی ہوئی آواز اُبھری تھی۔

ایکسٹو!

دوسری طرف سے آواز آئی۔

صفدر کالنگ سر!

کہو!

سر! جس حلیئے کے بھیڑیا نما انسان کا آپ نے مجھے تعاقب کرنے کو کہا تھا وہ اس وقت ساحل سمندر کی طرف جا رہا ہے۔ کس کام سے جا رہا ہے میں یہ معلوم نہیں کر سکا۔

ایکسٹو کی پھر کھولتی ہوئی زہریلی آواز سنائی دی۔

کوئی تمہارے تعاقب میں بھی ہے۔

ہے سر!

کون ہے

ایک آدمی جو بیساکھیوں کے سہارے چل رہا ہے۔ شاید لنگڑا ہے
اس کے ساتھ ایک جوان اور بے حد خوبصورت لڑکی بھی ہے۔ اس
لڑکی نے اس لنگڑے کا بازو تھام رکھا ہے۔ شائد اس کی رہنمائی
کر رہی ہے۔ دونوں میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔

ایکسٹو نے اس بار نرمی سے کہا۔

تو پھر سنو! وہ لنگڑا آدمی عرفان ہے جو تمہاری حفاظت کے
لئے میں نے تمہارے پیچھے لگایا ہے۔ عرفان کے پیچھے ذرا فاصلے پر
جوزف ہے۔ اور اس کے پیچھے عمران ہے۔ عرفان کے ساتھ جو لڑکی
ہے وہ ایڈنا ہے۔ عرفان نے اس یونانی اپاہج کا روپ دھار رکھا
ہے۔ جو برسوں سے اس جزیرے میں رہ رہا تھا۔ اور سمندر کے دیوتا
سے دعا مانگنے اکثر راتوں کو سمندر کے کنارے جایا کرتا تھا تاکہ اس
کی مفلوج ٹانگیں ٹھیک ہو جائیں۔

اس اپاہج یونانی کا اس جزیرے کے صدیوں پرانے مندر میں بھی
آنا جانا تھا۔ جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس مندر میں روحوں کا مسکن
ہے۔ اس یونانی کو ہم نے اغوا کر کے روپوش کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ
اس جزیرے میں اس کی بے حد حسین بیوی بھی تھی جس کا پارٹ ایڈنا
ادا کر رہی ہے۔ ان دونوں کے نام گراہم اور مارسا ہوں گے۔

صدیوں پرانے اس مندر کے متعلق مشہور ہے کہ اس
کے پجاری بدروحیں ہیں اور ہندو دھرم میں ایسی بدروحوں کو
برہم راکھشش کا نام دیا گیا ہے۔ جس شخص کا تم تعاقب کر رہے ہو
وہ بھی بدروحوں میں سے ایک ہے۔ اور ان کے متعلق اس جزیرے

کے مقامی لوگوں کا خیال ہے کہ ان میں سے ہر ایک بیس جوان اور توانا
بھینسوں جیسی طاقت رکھتا ہے۔ یہ ایک خطرناک مشن ہے۔ ایک
بحری جہاز جو ہمارے ملک کے لئے یورنیم لے کر آ رہا تھا وہ روپوش
ہو گیا ہے۔ اس جزیرے تک اس جہاز نے بحفاظت سفر کیا تھا اور
اس جزیرے سے آگے اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کدھر گیا ہے۔
بس ہمیں اس جہاز کو یورنیم سمیت تلاش کرنا ہے۔ تم مناسب جگہ
دیکھ کر اس بھیڑیئے سے ٹکرا جاؤ۔ تاکہ یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ وہ کتنی
طاقت رکھتا ہے۔

جہاز اغوا کرنے کے سلسلے میں ہمیں مندر کے پجاریوں اور
جزیرے کے ایک اور گروہ پر شک ہے۔ تم سنبھل کر اس سے ٹکرانا اور
اگر تم یہ اندازہ لگا لو کہ وہ تم سے طاقتور ہے تو پھر مقابلہ نہ کرنا پیچھے ہٹ
جانا۔ پھر عرفان خود اس سے ٹکرا جائے گا۔ اور اگر وہ عرفان سے
طاقتور ہوا تو پھر عمران اور جوزف بھی عرفان کی مدد کریں گے۔

اس بھیڑیئے نما انسان سے کچھ پوچھنا نہیں صرف اس کی طاقت
کا اندازہ لگانا ہے۔ تاکہ ان لوگوں سے نمٹنے کی خاطر ہم اپنا لائحہ عمل
تیار کر سکیں۔

اب تم اس کا تعاقب جاری رکھو اور مناسب جگہ دیکھ کر
اسے مقابلے کے لئے چیلنج کرو مگر احتیاط سے۔ ایکسٹو نے رابطہ
منقطع کر دیا۔

سمندر کے اندر وہ ایک آزاد جزیرہ تھا جس کے دارالحکومت
سے دو فرلانگ باہر برسوں پرانے اور بوسیدہ مندر کے قریب صفدر

ایک بھیڑیا نما انسان کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ بدہیبت عفریت صدیوں
پرانے اس مندر سے نکلی تھی اور اب مندر کے ساتھ پڑنے والے
قبرستان کے ساتھ ساتھ سمندر کی طرف جا رہی تھی۔

صفدر بڑی احتیاط اور تیزی سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔
ایک بار اس نے اطمینان کی خاطر مڑ کر پیچھے دیکھا۔ عرفان بیساکھیوں
کے سہارے ایڈنا کی رہنمائی میں چلتا ہوا بالکل اس کے قریب آ گیا
تھا۔ اس وقت رات کے دس بج رہے ہوں گے اور ہر طرف گہرا
سکوت طاری تھا۔ وہ بھیڑیا نما انسان جس کا قد خوب لمبا اور جسم
پھرتیلا اور کسرتی تھا۔ جب قبرستان کے آخری کونے میں پہنچا تو صفدر
نے اسے چیلنج کیا۔

اے ٹھہرو!

وہ رک گیا اور مڑ کر صفدر کی طرف دیکھا۔ صفدر اس سے قریب
ہوا اور اسے غصہ دلانے کی خاطر سخت لہجے میں بولا۔

سنو چور کی اولاد! یہ تم لوگوں نے کیا چکر چلایا ہوا ہے۔

وہ صفدر کی طرف بڑھا۔ صفدر بھی اس کے قریب ہوا۔ دونوں
جب ایک دوسرے کے سامنے آئے تو صفدر نے دیکھا وہ ایک بھیانک
ترین انسان تھا۔ چہرہ سخت تھا جس پر بن مانس کی طرح بال تھے۔ سامنے
کے دو دانت کسی آدم خور یا خونخوار درندے کی طرح کافی لمبے تھے۔
اور ہونٹوں سے باہر نمایاں طور پر دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے
سر کے بال لومڑی کی دم جیسے تھے۔ اسے دیکھ کر صفدر کے جسم میں
میں کپکپی دوڑ گئی تھی۔

تاہم اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اور اس سے ٹکرا
جانے کو آگے بڑھا تھا۔

عرفان اور ایڈنا ایک جگہ درختوں کی اوٹ میں
رک گئے تھے۔ عرفان نے اپنی دونوں بیساکھیاں ایڈنا کو تھما دی
تھیں۔ چہرے سے میک اپ کی جھلی اتار دی۔ اب اس کے نیچے دوسرا
میک اپ نکل آیا تھا۔ ایڈنا کا بازو تھامے وہ آگے بڑھا اور ان دونوں
سے قریب ہو کر ایک درخت کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ ایڈنا نے بھی
اپنا میک اپ بدل لیا تھا۔

صفدر اور وہ بھیڑیا نما انسان ایک دوسرے کے
سامنے کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ زہریلا پجاری تھوڑی دیر تک صفدر
کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اپنی بھاری اور بھیڑیوں جیسی ہولناک
آواز میں پوچھا۔

کون ہو تم؟

صفدر نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

تم لوگوں نے اس جزیرے میں جن جرائم کی ابتداء کر رکھی ہے اسے
اب بند کر دو۔

وہ غصے میں غرایا۔

کیا بکتے ہو؟

صفدر نے اپنے بدن کو سمیٹا سانپ کی طرح بل کھا کر
آگے بڑھا اور دائیں ہاتھ کا ایک تیز مکہ اس کے جبڑے پر مارا لیکن
دوسرے ہی لمحے صفدر دنگ رہ گیا تھا زہریلا پجاری بڑے منجھے

ہوئے انداز میں جھکائی دے کر صفدر کے مُکّے سے اپنا جبڑا بچا چکا تھا
اور صفدر کے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے بدن کو سمیٹا تھا اور
کراٹے کا ایک خوفناک پوز بنا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

صفدر نے بھی ویسے ہی پوز بنایا اور دوبارہ اس پر حملہ آور ہوا۔
صفدر گویا چونک پڑا تھا۔ اس بدروح نما پجاری نے اپنے جسم کو
تیزی سے گھمایا۔ صفدر سے قریب ہو کر ایک ہاتھ اس کی گردن پر
رکھا اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر اس نے صفدر کو اپنے
دونوں ہاتھوں پر اوپر اٹھا لیا۔ یہ عمل اس قدر تیزی سے رونما ہوا
تھا کہ صفدر اسے سمجھ ہی نہ سکا تھا۔ اور نہ ہی اپنے دفاع میں کوئی
قدم اٹھا سکا تھا۔

اس پجاری نے صفدر کو ہوا میں اچھال کر ایک پختہ مگر
بوسیدہ قبر پر پٹخ دیا۔ صفدر اس قبر سے اس قدر سختی سے ٹکرایا تھا
کہ اسے دوبارہ اٹھنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہیں بیٹھ کر اپنے کندھے
اور سر کو سہلانے لگا تھا۔

صفدر کے گرتے ہی عرفان اوٹ سے نکل کر اس پجاری
کی طرف بڑھا۔ ایڈنا نے کچھ سوچا پھر بھاگ کر آگے بڑھی اور عرفان
کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔

یہ حماقت ہے۔ میں تمہیں اس سے مقابلہ نہ کرنے دوں گی۔

عرفان کہیں کھویا ہوا تھا اور بے حد سنجیدہ تھا۔ ایڈنا کا بازو پکڑ
کر ایک طرف ہٹاتے ہوئے اس نے کہا۔

تم وہیں کھڑی رہو۔ جہاں میں کہا تھا۔ میں اس سے صفدر کا انتقام

ضرور لوں گا۔

ایڈنا نے بڑی بے چارگی سے کہا۔

یہ پجاری انسان نہیں ہے عرفان! میری بات مانو۔ کوئی بھی انسان
صفدر کو یوں اٹھا کر پٹخ نہیں سکتا۔ یقیناً یہ کوئی غلیظ بدروح ہے
جس نے صفدر کو کھلونے کی طرح اٹھا لیا تھا۔ اگر اس نے تمہارے
ساتھ ایسا کیا پھر ؟

عرفان نے غصے میں سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے کہا۔

میرا نام عرفان ہے۔ میں اس کے سارے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دونگا۔
اگر تمہیں مجھ سے ذرا سی بھی ہمدردی ہے تو اسی درخت کی اوٹ میں
جا کر کھڑی ہو جاؤ۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ میں تمہیں مایوس
نہ ہونے دوں گا۔

ایڈنا کا سر جھک گیا اور وہ مایوس سی ہو کر پھر اپنی جگہ پر جا
کر کھڑی ہو گئی۔ اسی لمحہ جوزف بھی ایڈنا کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔
ایڈنا نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

جوزف: وہ دیکھو عرفان اکیلا اس بدروح کا مقابلہ کرنے جا رہا
ہے۔ تم بھی اس کے ساتھ جاؤ۔

جوزف کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عمران بھی وہاں پہنچ گیا اور ایڈنا
سے کہا۔

تم فکر نہ کرو عرفان کے ساتھ وہ صفدر جیسا سلوک نہ کر سکے گا۔
ہم دونوں اس کی مدد کے لئے تیار ہیں۔

عرفان بڑی پُر وقار چال کے ساتھ اس پجاری کے سامنے

جا کھڑا ہوا تھا۔ زہریلا بچاری عرفان سے نزدیک ہوا اور اپنے دانت اور زیادہ نمایاں کرتے ہوئے پوچھا۔

کون ہو تم ؟

صفدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرفان نے کہا۔

اس کا ساتھی

اس نے اپنے دانت کچکچائے اور بھیڑیوں جیسی آواز میں کہا۔

تمہارا انجام اس سے مختلف نہ ہو گا۔

عرفان اس سے اور قریب ہو گیا

تم بکواس کرتے ہو۔ اس پرانے قبرستان میں تمہیں میں ذلیل کر کے ماروں گا۔

بچاری عرفان پر حملہ کرنے کے لئے اور نزدیک ہوا۔ اسی لمحہ عرفان نے چیخ ماری۔ ایک بھیانک چیخ جس سے قبرستان کے اندر برسوں سوئے ہوئے مردے بھی چونک اٹھے ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی عرفان کراٹے کا ایک خوفناک ترین بنا چکا تھا۔ اور جس وقت بچاری اس پوز کا دفاع کر رہا تھا۔ عرفان نے پلک جھپکنے میں اپنا پوز بدلا اور دائیں پاؤں کی بوکھلا دینے والی ٹھوکر بچاری کی گردن پر دے ماری تھی۔ بچاری لڑکھڑایا اور پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ عرفان نے ایک قہقہہ بلند کیا —— ہولناک قہقہہ —— جس کی آواز قبرستان میں دور دور تک سنائی دی تھی۔

آدم خور درندوں کی سے دانت کچکچاتا ہوا بچاری اس بار بڑے غصے کی حالت میں عرفان کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر خشونت

کا ایک طوفان تھا۔ عرفان کے نزدیک آ کر بچاری نے اسے ایک جبڑا توڑ مکّہ مارا لیکن عرفان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ پلک جھپکنے میں بچاری کا ہاتھ عرفان کی گردن پر تھا لیکن عرفان نے اسی لمحہ اپنا دفاع کیا اور دائیں کہنی کی ایک فولادی ہک پوری قوت سے بچاری کے پیٹ میں ماری وہ بری طرح کراہا تھا اور پیچھے ہٹتا چلا گیا تھا۔

بچاری اس بار طوفان بن کر مڑا تھا۔ اور کچھ ایسے منجھے ہوئے طریقے سے اس نے پاؤں اور ہاتھوں کی بوچھاڑ کی تھی گویا لڑنے کے اس فن کی اس نے ایک طویل عرصہ تک تربیت لی ہو۔ اس کے حملوں کے اس انداز سے بچنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ اس کے پاؤں کی کئی ٹھوکریں اور مکّے عرفان کی گردن اور پیٹ پر پڑے تھے۔ لیکن عرفان خود بھی اب درندگی پر اتر آیا تھا۔ اور اس نے بھی جواب میں بچاری پر ویسے انداز میں ہی حملہ کر دیا تھا۔

اچانک عرفان نیچے جھکا۔ بچاری کو کوئی چکمہ دیا۔ پھر گولی کی سی تیزی سے وہ ابھرا ایک بھیانک چیخ بلند کی۔ بچاری ابھی اس کے اس عزم کو سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ عرفان نے اپنا ایک ہاتھ اس کی گردن پر دوسرا کمر میں ڈال کر جھکتے ہوئے زور لگایا اور بچاری کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اوپر اٹھا لیا۔ اب بچاری بڑی بے بسی کی حالت میں ہوا کے اندر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ عرفان نے اسے دو تین بار نیچے اوپر اچھالا۔ پھر ایک پختہ قبر پر اسے زور سے پٹخ دیا۔ بچاری بری طرح کراہتے اور صفدر کی طرح اپنا سر اور کندھے

سہلانے لگا تھا۔

پجاری نے اپنے سر کو ایک سخت جھٹکا دیا تھا اور پھر کھڑا ہو گیا تھا۔ غصے میں درندوں جیسے دو دانت زیادہ بھیانک ہو گئے تھے۔ اب وہ تول تول کر قدم رکھتا ہوا پھر عرفان کی طرف بڑھا۔ لیکن اس دوران صفدر بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا اور چٹان کی طرح اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ کو خوب سخت کر کے شاہین کے پنجے کی طرح بنایا۔ پھر کراٹے کا ہاتھ پجاری کے پیٹ میں مارا۔ صفدر کی فولادی انگلیاں پجاری کے پیٹ میں گھس گئیں تھیں۔ پجاری درد کی شدت سے کراہا تھا۔ اور جب وہ ذرا جھک کر اپنے پیٹ کو پکڑنے لگا۔ صفدر نے اپنے گھٹنے کی ایک بھرپور ضرب اس کی ٹھوڑی کے نیچے لگائی۔ پجاری لڑکھڑا کر گر گیا۔ صفدر اپنی جگہ جم کر کھڑا رہا۔ عرفان آگے بڑھا۔ پجاری کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھایا اور اسے اس درخت کے نیچے لے گیا جہاں عمران، جوزف اور ایڈنا کھڑے تھے۔ پجاری کو عرفان نے درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا۔

عمران اس پجاری کے نزدیک آیا۔ اس کے ہاتھ میں انجکشن تھا۔ پجاری پھر حرکت میں آیا۔ اور عمران کی گردن پکڑ لینا چاہی لیکن عمران نے اپنا بازو اس کی گردن پر رکھ کر اس قدر زور سے پیچھے کی طرف دبایا کہ پجاری کی آنکھیں باہر نکلتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران نے پجاری کو انجکشن دے ڈالا چند لمحوں کے انتظار کے بعد عمران نے اس سے پوچھا۔

تم جیسے اور کتنے پجاری ہیں۔

نشیلی سی آواز میں وہ بولا۔

ان گنت

تمہارے فرائض کیا ہیں؟

صدیوں پرانے اس مندر کی حفاظت اور دیکھ بھال۔

تم لوگوں کی پرورش کہاں ہوتی ہے؟

مندر کے برسوں پرانے تہ خانوں کے اندر

یہ تہ خانے کہاں ہیں؟

مندر کے اس کمرے کے نیچے جس کمرے کے اندر گنیش دیوتا کا بہت بڑا پیتل کا بت پڑا ہوا ہے۔

وہاں تک جانے کا راستہ؟

مجھے معلوم نہیں۔ تہ خانے سے ہمیں آنکھوں پر پٹی باندھ کر نکالا جاتا ہے۔ اس کے بعد دوبارہ اس تہ خانے میں ہمیں جانا نصیب نہیں ہوتا۔

اس مندر کا منتظم کون ہے؟

پنڈت جوالا پرشاد

وہ رہتا کہاں ہے؟

مندر کے احاطے کے اندر

کیا ہر کوئی مندر کے اندر جا سکتا ہے؟

ہاں — مگر صرف گنیش دیوتا کے بت تک۔ مندر کے دوسرے حصے میں نہیں۔

کیا ایسے لوگ بھی ہیں جو مندر کے ہر حصے میں جا سکتے ہیں۔

ہاں — مندر کے سارے پجاری اور پجارنیں اور یونانی اپاہج
مسٹر گراہم اس کی بیوی مارسا اور سادھو — اس کے علاوہ اور کوئی
نہیں ۔
مندر میں کبھی کوئی مذہبی اجتماع بھی ہوتا ہے ؟
ہاں — ہر پورن ماشی کی رات کو ان گنت لوگ مندر میں آتے ہیں
اس رات روحیں ماورائی انسان اور شیش ناگ اپنی جون بدل کر گنیش
دیوتا کو خوش کرنے کے لئے اس کے سامنے رقص کرتے ہیں ۔
کیا اس اجتماع میں ہر کوئی جا سکتا ہے ۔
ہاں ۔
کیا گراہم اور اس کی بیوی مارسا کا مندر سے کوئی تعلق ہے ؟
ضرور ہے ۔ یہ دونوں اصل میں جوالا پرشاد کے جاسوس ہیں اور
اسے پل پل کی خبر دیتے ہیں ۔
عمران نے پھر پوچھا
کیا تمہیں خبر ہے کہ یورینیم سے لدا ہوا وہ جہاز کہاں ہے جس کا تعلق
ایک ایشائی ملک سے ہے ۔
مجھے کوئی علم نہیں ۔
عمران نے جوزف کو اشارہ کیا ۔ وہ آگے بڑھا اور اس پجاری کے
ایک انجکشن دے دیا ۔ پجاری چند ہی لمحوں بعد مر چکا تھا ۔ عمران اس
بار عرفان سے مخاطب ہوا ۔
پہلے ہمیں ان پجاریوں سے نمٹنا ہو گا ۔ اس کے بعد اپنے اصل
مقصد کی طرف آنا ہو گا ۔ یہ پجاری ہمارے راستے میں سب سے بڑی

رکاوٹ ہیں ۔ آئندہ صرف میں ۔ تم اور جوزف ان پجاریوں کا مقابلہ کریں
گے ۔ یہاں ہم نے جو ہوٹل ٹھیکہ پر لے رکھا ہے ۔ صفدر اس کا منیجر،
میں ایک بیرا ، جوزف کاؤنٹر مین کے ساتھ اس کی مدد کو بیٹھا کرے
گا ۔ اور جولیا استقبالیہ پر ہو گی ۔ اس کے علاوہ کل کے سارے اخبارات
میں یہ خبر دے دی گئی ہے کہ گراہم اور اس کی بیوی مارسا کو ونڈسر
ہوٹل میں ملازم رکھ لیا گیا ہے ۔ اس طرح تم اور ایڈتا بھی جولیا کے
ساتھ استقبالیہ میں بیٹھا کرو گے ۔ اس صورت میں ہم یہاں بہتر طور
پر کام کر سکیں گے ۔ تم لوگ یہ بات بھی اپنے ذہن میں رکھو کہ ایکسٹو اور
ریڈ ٹائیگر بھی یہاں آئے ہوئے ہیں ۔ اور وہ تم سب کے کام پر گہری نگاہ
رکھیں گے ۔ اب تم اپنے مشن پر آگے بڑھ جاؤ ۔
عرفان نے میک اپ بدل کر بیساکھیاں سنبھال لیں ۔ ایڈتا
نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور دونوں سمندر کی طرف بڑھنے لگے ۔
عرفان اور ایڈتا چند قدم آگے جا کر ایک دم رک گئے ۔
قبرستان میں سے ایک بھیانک چیخ سنائی دی ۔ نسوانی چیخ تھی ۔ یوں
جیسے کسی کند چھری سے ذبح کر دیا گیا ہو ۔ جونہی انہوں نے ادھر دیکھا ۔
دنگ رہ گئے ۔ ایک خوب قد آور عورت جس کے اگلے دانت خوب لمبے
تھے ۔ اور جس سے خون ٹپک رہا تھا ۔ قبرستان میں بڑی تیزی سے
ان کی طرف بڑھ رہی تھی ۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے
پر جنونی کیفیت تھی ۔ یوں محسوس ہوتا تھا ۔ جیسے کوئی بد روح قبر پھاڑ کر
اٹھ کھڑی ہو ۔ بہر حال وہ بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہی تھی ۔ وہ
سب حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے چوکنے ہو گئے تھے ۔

وہ بدہیبت عورت، عمران، جوزف اور صفدر کے پاس آ کر رک گئی تھی۔ عرفان اور ایڈنا قریب ہی ایک درخت کی اوٹ میں ہو کر بڑی پریشانی سے اس نئی آفت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عمران اس عفریت کی طرف بڑھا اور سخت لہجے میں پوچھا۔

کون ہو تم؟

اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ تاہم اس کے منہ سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے اور وہ سب یہ دیکھ کر اور زیادہ حیران ہو رہے تھے کہ خون کے قطرے ان کے سامنے زمین پر گرنے کے بجائے ہوا کے اندر ہی ختم ہوتے جا رہے تھے۔ یوں جیسے خون کے وہ قطرے اس کے پاؤں کے قریب آ کر انسانی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہوں۔

ایڈنا پر دہشت چھا گئی تھی۔ خوف زدہ ہو کر اس نے اپنے ایک ہاتھ سے عرفان کا بازو پکڑ لیا تھا۔ اور دوسرا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھتے ہوئے وہ عرفان سے اور زیادہ قریب ہو گئی تھی۔

عمران نے جیب سے پستول نکالا اور کئی گولیاں اس پر داغ دیں۔ لیکن اس پر کچھ اثر نہ ہوا تھا۔ جیسے اس کا سراپا ہوا کا ہو اور گولیاں اسے چھیدے بغیر پار ہو گئی ہوں۔ عمران گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ اتنے میں بدروح نے ایک قہقہہ لگایا۔ بالکل پُراسرار، وحشت ناک اور بھیانک قہقہہ۔ ساتھ ہی اس کی مکروہ آواز بھی ان کی سماعت سے ٹکرائی۔

بھاگ جاؤ یہاں سے یہ جزیرہ اور یہ صدیوں پرانا مندر بدروحوں کا مسکن ہے۔ اپنے آپ کو ان الجھنوں میں ڈالو گے تو ختم ہو جاؤ گے۔

عمران چند قدم آگے بڑھا اور بد ذوق اور جاہلوں کی طرح آنکھیں مٹکاتے اور گول سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

کیا آٹے کی بوری جیسا جسم ہے تمہارا اور باقرخوانی جیسا منہ ہے۔ پہلے یہ بتاؤ کہاں سے آئی ہو اور ہم پر کیونکر نازل ہوئی ہو۔

عمران اور زیادہ مسخرہ ہو گیا۔

ویسے اے پکوڑہ نما حدوا کم انہ مجھے تو تمہارا صدیوں سے انتظار تھا۔ شکر ہے تم مل گئی ہو۔

عمران باتیں بھی کر رہا تھا اور لمحہ بہ لمحہ اس بھیانک عورت سے قریب بھی ہوتا جا رہا تھا شائد وہ کوئی آخری اور فیصلہ کن قدم اٹھانے کا تہیہ کر چکا تھا۔

اس عفریت نے کوئی جواب نہ دیا تھا اور پھر قبل اس کے عمران آگے بڑھ کر اپنی کوئی چالاکی اس پر آزماتا اور کسی

نئی عیاری کا تجربہ کرتا وہ عورت مڑی اور سمندر کی طرف چل دی۔

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتی ہوئی ہوا کے اندر تیرتی جا رہی ہو۔ عمران، جوزف اور صفدر تینوں اپنی پوری رفتار سے بھاگ کر اس کا تعاقب کرنے لگے۔ عرفان اور ایڈنا بھی کچھ فاصلہ رکھ کر ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے تھے۔

ان سب کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہلکے ہلکے درندہ نما اور غراہٹ آمیز قہقہے لگاتی ہوئی سمندر میں اتر گئی اور پانی پر اس طرح بھاگ رہی تھی جس طرح عام انسان زمین پر دوڑتا ہے۔ ان سب نے اسے سمندر میں تھوڑی دور جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس کے قہقہے سنائی دینا بند ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ گویا ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ سمندر کی تہ میں اتر گئی ہو۔ عمران، جوزف اور صفدر سمندر کے کنارے ابھی تک سمندر کے اس حصے کی طرف بڑے غور سے دیکھ رہے تھے جہاں وہ عورت غائب ہو گئی تھی۔

دفعتاً ہی عمران حرکت میں آیا جیسے اس کے ذہن کو کسی نے بجلی کا تیز شارٹ دیا ہو۔ شاید اس کی چھٹی حس اس کے ذہن کے حساس پردوں پر خطرے کی گھنٹیاں بجا چکی تھی۔ اس نے جوزف اور صفدر کے بازو پکڑ لئے اور ایک طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

جوزف اور صفدر پریشانی کے عالم میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے مگر وہ ان کے بازو پکڑے بھاگ رہا تھا۔ اور پھر وہ

ہیں ساتھ لے کر سنگلاخ چٹانوں کی اوٹ میں بیٹھ گیا۔ قبل اس کے کہ جوزف اور صفدر میں سے کوئی کچھ پوچھتا۔ سمندر کے کنارے ایک طرف سے ویسے ہی بدروح نما اور بن مانس جیسے چار پجاری سمندر کے کنارے نمودار ہوئے۔ وہ ہو بہو اس پجاری جیسے تھے جس کا مقابلہ تھوڑی قبل عرفان قبرستان میں کر چکا تھا۔

چاروں بن مانس نما پجاری سمندر کے کنارے ایک چٹان پر آ کر بیٹھ گئے تھے۔ عمران ان کے متعلق کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ ان پجاریوں کے نزدیک ہی عرفان اور ایڈنا نمودار ہوئے۔ عرفان بیساکھیوں کے سہارے چل رہا تھا۔ ایڈنا اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ اور اپنا دایاں ہاتھ اس نے عرفان کے بائیں شانے پر رکھا ہوا تھا۔

پجاریوں کے قریب ہی عرفان سمندر کے کنارے آ کر کھڑا ہو گیا۔ ایڈنا اس کے پیچھے آئی۔ اپنے دونوں بازو عرفان کی گردن میں ڈال دیئے۔ اور پھر اس کی پشت سے لپٹ کر کھڑی ہو گئی۔ عرفان نے اپنی بغلوں کے نیچے بیساکھیاں درست کیں۔ دعا کے انداز میں اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔

اے سمندر کے دیوتا! مجھ پر رحم کر۔ میری دونوں ٹانگیں ٹھیک کر دے۔ تو اپنی دیوی کے طفیل جس سے تو بے پناہ محبت کرتا ہے اچھا کر دے ——— عرفان شاید اور بھی کچھ کہتا کہ اسے اپنے

آواز سنائی دی۔

عمران!

عرفان نے ہاتھ اسی طرح دعا کے انداز میں آسمان کی طرف رہنے دیئے اور اپنا منہ ٹرانسمیٹر کے نزدیک لے جا کر سرگوشی کی

کہیئے!

تمہارے پیچھے یہ چار پجاری جو چٹانوں پر آ کر بیٹھ گئے ہیں کا پتہ کرو کہ یہ کس سلسلے میں اور کس کام سے یہاں بیٹھے ہیں۔

عرفان سمندر کے کنارے سے ہٹ کر واپس مڑا - ایڈ[illegible] پہلے کی طرح اس کا بازو پکڑ لیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ بیساکھیوں [illegible] سہارے چلتا ہوا وہ ان چار پجاریوں کے جب نزدیک گیا تو ان سے ایک نے پہلے ہی اس سے پوچھ لیا۔

کیسے ہو گراہم!

عرفان ان کے سامنے کھڑا ہو گیا اور گردن جھکالی۔

ٹھیک ہوں۔

تم روز سمندر کے دیوتا سے اپنے اچھا ہونے کی دعا مانگتے ہو تمہاری دعا قبول ہو گی۔

عرفان نے بھاری اور ٹھہری ہوئی آواز میں جواب دیا۔

جب نیلے آکاش کے مالک کو منظور ہو گا۔

اس پجاری نے ایک دم چونک کر کہا۔

مجھے مبارک باد بھی دو۔

عرفان نے سر اوپر اٹھایا اور استفہامیہ لہجے میں

[illegible]ی مبارک باد۔

پرسوں پورن ماشی کی رات کو میری شادی چندراوتی سے ہو گی۔ جانتے ہو چندراوتی مندر کی سب سے حسین اور چنچل پجارن ہے۔ پہلے سے جب ایک فلم کمپنی یہاں آئی تھی تو اس نے لاکھوں روپے کے عوض چندراوتی کا صرف ایک رقص قلمبند کرنا چاہا تھا پر تم جانتے ہو کیا ہوا۔ چندراوتی نے انکار کر دیا۔ اب پروہت نے مجھے سب سے عظیم مخلص، جفاکش اور طاقتور پجاری قرار دے کر چندراوتی سے بیاہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور یہ میرے لئے بہت بڑا انعام ہے۔

عرفان کہیں سوچوں میں کھو گیا۔ پھر اس کی بھاری آواز سنائی دی۔

تم بہت بھاگی ہو۔

پجاری پھر بولا۔

میری شادی کی تقریب میں تم بھی شامل ہو گے میں تمہیں اس کی باقاعدہ دعوت دیتا ہوں اس لئے کہ میری طرح تم بھی بھاگی ہو۔

وہ کیسے؟

تمہاری بیوی بھی تو دیکھو کیسی حسین اور کومل ہے۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے ایڈنا کی طرف اشارہ کیا اور ایڈنا خوفزدہ سی ہو کر عرفان کے پیچھے چھپ کر کھڑی ہو گئی۔

عرفان پھر بولا۔

میں ضرور تمہاری شادی کی تقریب میں شرکت کروں گا۔ پر تم لوگ یہاں اس وقت بیٹھے کیا کر رہے ہو؟

کچھ لوگ یہاں مندر سے سادھو آشرم جائیں گے۔ ہم انہیں حفاظت
کشتی میں بٹھانے کی غرض سے بیٹھے ہیں۔
کشتی کہاں ہے؟
سادھو آشرم سے آتی ہے بس چل پڑی ہوگی وہاں سے۔
عرفان نے اسے عجیب انداز میں نمسکار کیا اور پھر آگے بڑھ گیا
ایڈنا اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ وہ اسی طرح اس کا بازو تھامے او
پہلو سے پہلو ملائے چل رہی تھی۔
عرفان ابھی چند قدم آگے جا کر چٹانوں میں داخل ہی ہوا تھا
کہ ایک لانچ سمندر کے اندر سے گڑگڑاتی ہوئی آئی اور کنارے پ
آ کر کھڑی ہوگئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد چٹانوں کے اندر سے دس بارہ
کے قریب آدمی نکلے اور اس لانچ میں سوار ہوگئے۔ لانچ انجن پھر سٹارٹ
ہو کر گڑگڑایا۔ اور لانچ جدھر سے آئی تھی۔ ادھر ہی روانہ ہوگئی۔
عرفان ایک چٹان کی اوٹ میں ہو کر یہ سب کچھ دیکھ
رہا تھا۔ چاروں پجاری بھی اپنی جگہ سے اٹھے۔ اور جدھر سے آئے تھے
اسی سمت چل دیئے۔ عرفان نے بیساکھیاں ایڈنا کو تھما دی۔ ایک چٹان
کے اوپر وہ چڑھا اور پتھروں کی آڑ لے کر وہ ان پجاریوں کو جاتے
ہوئے دیکھنے لگا۔ دوسری طرف عمران بھی ایک چٹان کے اوپر بیٹھا
یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔
چاروں پجاری چٹانوں کے اندر پر پیچ راستے طے کرتے
ہوئے ایک گنبد نما چٹان میں داخل ہو کر کہیں روپوش ہوگئے تو عرفان
نیچے اتر آیا اور ایڈنا سے بیساکھیاں لے لیں۔ دونوں چٹانوں سے

باہر نکلے۔ اتنی دیر تک عمران، جوزف اور صفدر بھی ان کے پاس
آ گئے۔
عمران نے آتے ہی عرفان سے پوچھا۔
وہ لانچ کہاں سے آئی اور کدھر گئی ہے۔
سادھو آشرم سے آئی تھی اور کچھ لوگوں کو لے کر وہیں چلی گئی
ہے۔
یہ سادھو آشرم کہاں ہے
یہاں سے ایک میل سمندر کے اندر ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔
جہاں ایک مندر ہے اور سادھوؤں کے رہنے کے لئے کئی عمارتیں
ہیں۔ ان عمارتوں میں تارک الدنیا سادھو بیٹھ کر تپسیا کرتے ہیں۔
عمران نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔
لانچ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔
کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔
وہ تو ہے ہی۔
عمران اس بار جوزف سے مخاطب ہوا۔
گینڈے! تم اور صفدر فوراً شہر جاؤ اور وہاں سے ایک
چھوٹی سی لانچ لے کر یہاں لے آؤ۔ میں اور عرفان ان چٹانوں
کے اندر تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ آتی دفعہ اپنے اور ہمارے
لئے پیراکی کا لباس آکسیجن پرووائڈر اور ہمارے بیگ بھی لیتے
آنا۔ اور ایڈنا کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ اور سنو دونوں ماہی گیروں
کے میک اپ میں لوٹنا۔ جوزف کے جواب دینے سے قبل ہی ایڈنا

بول پڑی

میں اکیلی گراہم کے بغیر گھر کیسے رہوں گی۔ اگر ان کا کوئی آدمی آگیا اور گراہم کے متعلق مجھ سے پوچھا۔ تو میں کیا جواب دوں گی۔

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آخر ممی ہی ثابت ہوئی ہو نا۔ تم گراہم کے گھر نہیں۔ ہوٹل جاؤ گی۔ وہاں جولی بڑی بے تابی سے تمہارا انتظار کر رہی ہوگی صبح کو سب اخباروں میں چونکہ یہ خبر چھپ جائے گی۔ کہ گراہم نے اور اس کی بیوی نے ہوٹل میں ملازمت کر لی ہے۔ اس لئے تم دونوں کا گھر سے غائب رہنے کو شبہ کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے گا۔

گینڈے! تم میرا منہ کیا تک رہے ہو جاؤ جلدی چلے جاؤ اب جاتی دفعہ عرفان کی بیسا کھیاں بھی لیتے جاؤ۔ ایڈی! تم اپنا میک اپ بھی بدل لو۔ ایڈنا نے میک اپ کی جھلی اتار دی۔ جوزف نے عرفان کی بیسا کھیاں لے لیں اور صفدر اور ایڈنا کے ساتھ وہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

عرفان نے بھی اپنا میک اپ تبدیل کر لیا جس جگہ وہ دونوں کھڑے تھے وہاں سے ہٹ گئے اور چٹانوں کے اندر چھپ کر بیٹھ گئے

★

رات کی گہری تاریکی اور سرد خاموشی میں جوزف

نے لانچ سمندر کے کنارے روکی تھی۔ اس کے پیچھے صفدر بیٹھا ہوا تھا۔ ماہی گیروں کے میک اپ میں رات کے سمے جوزف یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی انسان نہیں اوتار ہو اور رات کے وقت انسانوں کی روحیں سلب کرنے کے لئے نکلا ہو۔ اس سے پیچھے بیٹھا ہوا صفدر بھی ماہی گیری کے میک اپ میں تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران اور عرفان چٹانوں سے نکلے اور لانچ میں آکر بیٹھ گئے۔ لانچ میں عمران اور عرفان نے بھی ماہی گیروں کا روپ دھار لیا تھا۔ عمران کے کہنے پر جوزف پیچھے ہٹ کر صفدر کے پاس بیٹھ گیا اور عرفان لانچ چلانے لگا۔

تھوڑی دیر تک لانچ سمندر کا سینہ چیرتی رہی۔ ہر طرف سکوت ہی سکوت تھا۔ کبھی کبھی سمندر کی بے قرار لہر اٹھتی اور دور تک نیلے پانی کے لہریے سے بناتی چلی جاتی۔ اب ان کے سامنے کچھ دھندلے دھندلے ہیولے دکھائی دینے لگے تھے۔ بالکل اس طرح جیسے ان کے سامنے سمندر کے اندر کوئی بہت بڑا چٹانی قلعہ ہو۔

وہ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا جس کے کنارے آکر عرفان نے ایک چٹان کی آڑ میں لانچ روک دی تھی۔ اس سے ذرا فاصلے پر دائیں جانب ایک اور لانچ بھی کھڑی تھی۔ وہی لانچ جو تھوڑی دیر قبل چند آدمیوں کو لے کر یہاں آئی تھی۔ عمران اپنا بیگ سنبھالتے ہوئے بولا۔

صفدر! تم لانچ کے اندر ہی بیٹھو! جوزف اس چٹان کے اوپر چڑھ کر کہیں آڑ میں بیٹھ جانا اور اپنے چاروں طرف نگاہ رکھنا

خطرے کی صورت میں مجھے فوراً شاک کر دینا جب تک تم دونوں کو کوئی دیکھ نہ لے کسی سے ٹکرانے کی ضرورت نہیں۔ عمران اور عرفان نے اپنے بیگ سنبھالے اور چٹان پر چڑھنے کے بعد وہ جزیرے میں داخل ہو گئے۔ جوزف اور صفدر اپنی اپنی جگہ مستعد ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

جزیرے کے اندر چٹانوں کی آڑ میں عمران اور عرفان تھوڑا سا آگے بڑھے تو دور ایک عمارت کے اندر سے انہیں گھنٹیوں کی مدھم مدھم اور دھیمی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ جب اس عمارت کے پاس گئے تو گھنٹیوں کے ساتھ انہیں ان گنت سازوں کی آوازیں بھی سنائی دینے لگی تھیں۔ جن میں گھنگھروؤں کی جھنکار نمایاں تھی جس سے ظاہر تھا کہ مندر سے ملحقہ اس عمارت کے اندر عورت کا رقص ہو رہا ہے۔ گاہے گاہے ہلکے ہلکے نسوانی قہقہے بھی سنائی دیتے جوان اور کنوارے قہقہے۔

وہ دونوں اس عمارت کے گرد چکر لگانے لگے۔ شاید دروازہ تلاش کرنے کی خاطر۔ ایک جگہ وہ دونوں فوراً رک گئے اور ایک پتھر کی اوٹ میں ہو گئے۔ ان کے سامنے ہی عمارت کا بہت بڑا لوہے کا دروازہ تھا۔ جس کے سامنے دو آدمی دائیں بائیں ہو کر بیٹھے تھے۔ شاید پہرہ دے رہے تھے۔

دونوں کوئی قدم اٹھانے کے متعلق سوچ ہی رہے تھے کہ چونک پڑے۔ سمندر کی طرف سے انہیں تیز روشنی کا ایک دھارا دکھائی دیا۔ انہوں نے جب اس سمت دیکھا تو سمندر کے اندر ایک چھوٹا سا بحری جہاز کھڑا تھا۔ بظاہر وہ مچھلیاں پکڑنے والا جہاز دکھائی دیتا تھا۔

اور کنارے کی طرف لائٹ سگنل دے رہا تھا جن کے جواب میں عمارت کے سب سے بڑے کلس کے اندر سے بھی لائٹ سگنل دیئے جانے لگے۔

عمران اور عرفان دونوں وہیں بیٹھے رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد انہیں ایک لانچ سمندر میں کھڑے جہاز کی طرف جاتی ہوئی دکھائی دی۔ دونوں وہاں سے اٹھے اور سمندر کے کنارے آ کر چٹانوں کی اوٹ میں وہ سمندر میں کھڑے جہاز کی طرف دیکھنے لگے۔ کوئی پندرہ منٹ بعد وہی لانچ واپس لوٹی اور کنارے پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ اسی لمحہ عمارت کے اندر سے کچھ لوگ نکلے تھے اور وہ لانچ میں لکڑی کی پیٹیاں اٹھا اٹھا کر عمارت کے اندر لے جانے لگے۔

عمران اور عرفان نے سرگوشی میں باہم کوئی مشورہ کیا۔ پھر انہوں نے پیراکی کا لباس پہنا منہ پر انہوں نے چھوٹے چھوٹے آکسیجن پروو انڈر چڑھا لئے اور سمندر میں کود گئے۔ پانی کے اندر ہی اندر آگے بڑھتے ہوئے وہ اس جہاز کے پاس جا کر ابھرے۔ انہوں نے دیکھا جہاز کے اوپر ایک طاقتور کرین لگا ہوا تھا۔ جو لوہے کے مضبوط رسوں کی مدد سے لکڑی کی پیٹیاں سمندر میں سے نکال کر جہاز کے اندر رکھتا تھا۔

دونوں نے پھر آپس میں کوئی مشورہ کیا اور اس کے ساتھ ہی وہ غوطہ لگا گئے۔ اب وہ لوہے کے رسوں کے ساتھ ساتھ سمندر کی تہہ میں اترتے جا رہے تھے۔ نیچے جا کر انہوں نے دیکھا۔ سمندر کی تہہ میں ایک غرق شدہ بہت بڑا بحری جہاز پڑا تھا اور اس کے

قریب غوطہ خور اس کے اندر سے لکڑی کی پیٹیاں نکال نکال کر لوہے
کے رسوں کی مدد سے اوپر بھجوا رہے تھے۔

دونوں ایک بار غرق شدہ جہاز سے کافی اوپر ہی ذرا
دور ہٹ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے پھر نیچے کی طرف غوطہ لگایا۔
یہاں تک کہ انہوں نے سمندر کی تہ کو جا چھوا۔ اب وہ آہستہ آہستہ
زمین کے ساتھ ساتھ رینگتے ہوئے اس جہاز کی طرف بڑھنے لگے۔
یہ احتیاط انہوں نے اس لئے اختیار کی تھی کہ اگر وہ سیدھے جہاز
کے اوپر اترتے تو دیکھ لئے جاتے اور یہ صورت ان کے لئے خطرناک تھی۔
لہذا وہ دور نیچے اترنے کے بعد جہاز کی طرف بڑھے تھے۔

جہاز کے ایک حصے کی اوٹ میں ہو کر چند لمحوں تک وہ بڑے
غور سے ان غوطہ خوروں کو دیکھتے رہے جو بڑی تیز رفتاری اور
جانفشانی کے ساتھ جہاز کے اندر سے لکڑی کی پیٹیاں نکال نکال
کے رسوں کی مدد سے اوپر بھجوا رہے تھے۔ جنہیں کرین کے ذریعے
سمندر کے اندر پھینکا گیا ہوا تھا۔

شاید اشاروں کے ذریعے انہوں نے کوئی فیصلہ کیا تھا کیونکہ دونوں
سمندر کی تہ میں مگرمچھ کی طرح رینگتے ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھنے
لگے تھے۔ ایک جگہ دونوں پھر رک گئے۔ اور کچھ اس طرح کی پوزیشن بنا
کر بیٹھ گئے۔ جیسے بھوکا درندہ جنگل میں اپنے شکار کو دبوچنے کے لئے
بناتا ہے۔ جونہی ایک غوطہ خور لکڑی کی پیٹی کو تھامے جہاز سے نکلا۔
عمران بلٹ کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کا پاؤں پکڑ کر اپنی
طرف کھینچ لیا۔ اسی لمحہ عرفان بھی اس پر حملہ آور ہو چکا تھا۔ اور اس

کے دونوں ہاتھ پکڑ کر پشت پر باندھ دیئے تھے۔ دونوں اسے بڑی
تیزی سے کھینچتے ہوئے جہاز سے دور لے گئے۔ اور پھر اوپر
اٹھنے لگے۔

پانی کے اندر سے نکلنے کے بعد وہ اسے کھینچتے ہوئے
کنارے پر لائے اور ایک بہت بڑے پتھر پر لٹا دیا۔ وہ ٹکٹکی باندھے
باری باری ان دونوں کو دیکھے جا رہا تھا جو اس کے دائیں بائیں بیٹھ
چکے تھے۔ عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ ہلکا سا مسکرایا اور
پھر اس سے مخاطب ہوا۔

کیسے ہو میرے دوست!

اس نے تعجب سے پوچھا۔

کون ہو تم؟

عمران نے بڑی حیرت سے پوچھا۔

تم نے مجھے نہیں پہچانا۔

نہیں

ارے تم ہمارے شہر کی کورٹ میں جھوٹی گواہیاں دیا کرتے تھے۔

اس نے غصے میں غرا کر کہا

یہ بکواس ہے۔ میں نے کبھی یہ ذلیل دھندا نہیں کیا۔

عمران نے بے پروائی سے کہا۔

نہ کیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے وہ تمہارا کوئی بھائی بند ہو۔ پر تم یہ تو بتاؤ تم
نے یہ غوطہ خوری کا پیشہ کب سے اختیار کیا اور تم لوگ سمندر میں غرق
اس جہاز سے کیا نکال رہے تھے۔

اس نے بڑی سختی سے کہا۔
اس کے متعلق میں کچھ نہ بتاؤں گا۔

عمران نے بیگ سے سرنج نکالی اور اسے انجکشن دے ڈالا۔ چند لمحوں تک وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے انتظار کرتا رہا۔ پھر پوچھا۔

نائیجیریا کا وہ بحری جہاز جو پاکیشیا کے لئے یورنیم کی ایک بھاری کھیپ لے کر جا رہا تھا۔ اس کے متعلق تم کچھ جانتے ہو۔

ہاں اسے ہم نے اغوا کر لیا تھا

پھر اس کا کیا بنا

ہم [illegible] سمندر میں غرق کر دیا۔

جس جگہ سے تم لوگوں نے مجھے اغوا کیا ہے۔ وہاں سے ایک فرلانگ جنوب مشرق کی طرف۔

اس کے اندر جو یورنیم تھی اس کا کیا بنا۔

وہ ہم نے نکال لی تھی۔

اب کہاں ہے؟

بڑے جزیرے کے مندر کے تہہ خانوں میں ہے۔ عنقریب وہ ایک ایسے ملک کے حوالے کر دی جائے گی جس کے ہاتھ ہم ہمیشہ ایسا سامان بیچا کرتے ہیں۔

جہازوں کو اغوا کرنے والے گروہ کا تعلق دنیا کے کس خطے سے ہے

یہ سب یورپی ہیں۔ تاہم لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے

کچھ نے ہندوؤں جیسے نام رکھے ہوئے ہیں اور اسی بنا پر وہ صدیوں پرانے مندر کو اپنی تحویل میں رکھے ہوئے ہیں۔ جو اصل میں اس گروہ کا ہیڈ آفس ہے۔

اغوا کی ہوئی یورنیم کب اور کہاں سے روانہ کی جائے گی۔

بڑے مندر سے ملحقہ ویران ساحل پر کبھی رات کے وقت کوئی جہاز آئے گا اور اس میں روانہ کر دی جائے گی۔

سمندر کے اندر جس جہاز سے تم لکڑی کی پیٹیاں نکال رہے تھے اس کا تعلق کس ملک سے ہے۔

اس کا تعلق بھی ایک اسلامی ملک سے ہے۔

مگ طیاروں کے پرزے لے کر جا رہا تھا۔ ہم نے اسے بحرہ ہند سے اغوا کیا۔ اور یہاں لا کر ڈبو دیا۔ اب اس میں سے سامان نکالا جا رہا ہے۔ یہ سامان بھی پہلے بڑے مندر کے تہ خانوں میں منتقل ہوگا۔ اس کے بعد یہ اسی ملک کو بھیج دیا جائے گا جسے یورنیم مہیا کی جائے گی۔

تم لوگ جہازوں کو کیسے اغوا کرتے ہو؟

سمندر کے اندر ہمارا کیرئیر بردار جہاز کھڑا ہے۔ وہ بظاہر ایک عام مچھلیاں پکڑنے والا جہاز دکھائی دیتا ہے لیکن اصل میں وہ ایک تباہ کن جہاز ہے۔ جس کے اندر جدید طرز اور لمبے ویتج کی گنیں لگی ہوئی ہیں۔

عمران نے پھر پوچھا

اس چھوٹے جزیرے میں تمہارے کتنے آدمی ہر وقت رہتے ہیں۔

دس بارہ سے زیادہ نہیں ہوتے۔ سارے غوطہ خور بڑے مندر میں رہتے ہیں۔ اس چھوٹے جزیرے کی عمارت اصل میں عیاشی کا اڈہ ہے۔

جہاں ہمارے گروہ کے سرکردہ لیڈر کھل کر شراب پیتے ہیں اور بیچارتوں کا عریاں رقص دیکھتے ہیں۔

عمران نے اسے ایک اور انجکشن دیا اور وہ ختم ہو گیا۔

عمران نے اس کی کمر پر بندھا ہوا آکسیجن مہیا کرنے والا سسٹم خراب کر دیا۔ اور اس کی لاش اٹھا کر سمندر میں پھینک دی۔ تاکہ کسی کو شک نہ ہو اور یہی سمجھا جائے کہ آکسیجن سسٹم بیکار ہو جانے کے بعد اس کی موت واقع ہو گئی ہے۔

ساحل کے ساتھ ساتھ ایک لمبا چکر کاٹ کر دونوں اس جگہ آئے جہاں ان کی لانچ کھڑی تھی۔ انہیں دیکھتے ہی چٹان کے اوپر بیٹھا ہوا جوزف کھڑا ہو گیا۔ تینوں لانچ میں آ کر صفدر کے ساتھ بیٹھ گئے۔ عرفان پھر لانچ چلانے لگا تھا۔ لانچ جب بڑے جزیرے کے ساحل پر آئی تو عمران کی آواز سنائی دی۔

لانچ روک لو! وہ عرفان سے مخاطب ہوا تھا۔

عرفان نے بالکل ساحل کے ساتھ لانچ روک دی۔

عمران نے اس بار جوزف اور صفدر سے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تم دونوں نیچے اتر جاؤ۔ آج کے بعد دونوں ہر روز پوری رات ان ساحلی چٹانوں کے اندر چھپ کر پہرہ دیا کرو گے۔ تمہارا کام یہ ہو گا جب بھی تم دیکھو کہ اس ساحل پر کوئی بحری جہاز آ کر لگا ہے فوراً مجھے اطلاع کر دینا۔ دن کے وقت تم دونوں بیشک سو لیا کرنا۔ تاہم اگلے فیصلے تک تم دونوں پوری رات جاگ کر ان چٹانوں میں پہرہ دیا کرو گے دونوں ایک جگہ بھی مت بیٹھنا۔ ایک چٹان کے اس سرے میں اور

دوسرا اس طرف جہاں ساحل موڑ کھاتا ہے۔ اب تم نیچے اتر جاؤ اور اپنی ڈیوٹی سنبھالو۔

جوزف اور صفدر جب نیچے اترنے لگے تو عمران نے پھر پوچھا۔

کشتی کس سے کرایہ پر لی تھی؟

جوزف نے جواب دیا۔

لارنس ٹریڈر سے

اچھا تم دونوں جاؤ

جوزف اور صفدر ساحل پر اترنے کے بعد چٹانوں کے اندر گھس گئے۔ عمران اور عرفان لانچ لے کر آگے بڑھ گئے

موت ریز ہوٹل کا ڈائننگ روم گاہکوں سے پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ بیرے ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ یہ وہی ہوٹل تھا جو عمران نے اس مہم کو سر کرنے کے لئے ٹھیکہ پر لے رکھا تھا۔ استقبالیہ پر منی اسکرٹ پہنے جولیا بیٹھی بڑی خوبصورت اور پرکشش دکھائی دے رہی تھی۔ ویسا ہی لباس پہنے ایڈنا کاؤنٹر پر کھڑی تھی۔ اور اس کے سامنے تنویر کھڑا تھا۔ جو بار بار للچائی اور

بھوکی نگاہوں سے جولیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایڈنا کے پہلو میں
عرفان بیٹھا تھا۔ اور اس کے دائیں جانب اس کی دونوں بیساکھیاں
رکھی ہوئی تھیں۔ کلننگ روم میں خاور ہیڈ کک کے لباس میں وہاں کے
سارے کارکنوں کو کنٹرول کر رہا تھا۔ اور عمران ؟ ــــ عمران
بیچارہ ایک گھٹیا اور تھرڈ کلاس بیرے کا لباس پہنے ڈائننگ
روم میں بھاگ بھاگ کر گاہکوں کی سروس کر رہا تھا۔ عرفان نے
ایک بار اپنی گھڑی دیکھی۔ پھر ایڈنا کی طرف دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں
میں کوئی فیصلہ ہوا۔ ایڈنا نے دونوں بیساکھیاں پکڑ کر اسے تھما
دیں۔ عرفان اور ایڈنا دونوں کاؤنٹر سے نکلے اور استقبالیہ کیبن
میں جولیا کے پاس گئے۔

عمران بھی انہیں دیکھ چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی
ٹرے تنویر کے سامنے کاؤنٹر پر رکھی اور کندھے پر رکھی ہوئی صافی
سے ہاتھ پونچھتا ہوا وہ بھی جولیا کے کیبن میں آیا اور عرفان
سے پوچھا۔

جا رہے ہو؟

عرفان نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ویسے تو ابھی ایک گھنٹہ ہے۔ مگر میں پہلے روانہ ہو رہا ہوں۔ میں
نے اس پجارن سے بھی ملنا ہے جس کا نام چندرا وتی ہے اور جس کی
شادی سب سے طاقتور بن مانس نما پجاری سے ہو رہی ہے۔ میں
اس پجارن کو اپنے ساتھ ملا کر بہت کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہونگا۔
آج پورن ماشی کی رات ہے۔ آج اس کی شادی ہونی ہے۔ اور

اس کی شادی سے پہلے ہی میں اسے ملنا چاہتا ہوں۔

عمران نے کیبن سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

جاؤ۔ اگر ہو سکے تو ساحل کی طرف جوزف اور صفدر کی طرف
بھی چکر لگانے کی کوشش کرنا۔ آج وہ ہم سے رابطہ قائم نہ کریں گے
کیونکہ میں نے انہیں کہا ہوا ہے کہ میں اور عرفان ایک کٹھن مہم پر روانہ
ہو رہے ہیں۔ اس لئے کسی خطرے یا ضرورت کے موقع پر وہ ضرور ایکسٹو
سے رابطہ قائم کریں گے۔ اس لئے تم خود ہی ان کی طرف چکر لگا لینا۔ میں
دو گھنٹے بعد تمہیں قبرستان کے کنارے ملوں گا۔ تاکہ ہم دونوں اگلی
مہم شروع کر سکیں۔

عمران جا کر پہلے کی طرح اپنے کام میں لگ گیا۔ عرفان
اپنی بیساکھیاں ٹیکتا ہوا ہوٹل سے نکل گیا۔ اور ایڈنا جولیا کے پاس
ہی بیٹھ کر کام کرنے لگی۔

وہ رات پورن ماشی ہونے کے باوجود اندھیری تھی۔ کیونکہ آسمان
پر گھرے بادل تھے۔ ہر چیز اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جوزف اور
صفدر اپنی ساحلی چٹانوں کے اندر چھپ کر بیٹھے ساحل کی طرف دیکھ
رہے تھے۔

اچانک جوزف نے دیکھا۔ کچھ نقاب پوش اسے گھیرنے
کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ ان کی صحیح تعداد کا اندازہ نہ کر سکا تھا تاہم
وہ پانچ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ جو آہستہ آہستہ چٹانیں
پھلانگتے ہوئے گھیرا تنگ کرتے جا رہے تھے۔

جوزف نے فوراً واچ کی سوئی نکالی اور اس کی فریکونسی

ملانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہوٹل میں کام کرتے ہوئے عمران کو بازو
پر شاک ہوا۔ اس نے ٹرے کاؤنٹر پر پھینک دی اور بھاگ کر ایک
محفوظ غسل خانے میں گھستے ہوئے اس نے جیب کنکشن لیا تو جوزف
کی آواز آرہی تھی۔

جوزف کالنگ ڈینجر۔ جوزف کالنگ ڈینجر۔

عمران بری طرح غرایا۔

ایکسٹو!

جوزف کی آواز پھر سنائی دی۔

سر! کچھ لوگ مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں ان کی صحیح
تعداد کا اندازہ نہیں کر سکا۔ وہ سب نقاب پوش ہیں۔ کیا میں ان سے
ٹکرا جاؤں۔

عمران نے بڑی تیزی سے کہا۔

جہاں ہو وہیں بیٹھے رہنا۔ میں تمہاری مدد کو آرہا ہوں۔ گولی مت
چلانا ایسی صورت میں ان کے سب ساتھیوں کو تمہاری وہاں موجودگی
کا علم ہو جائے گا۔ اور تمہیں اپنی جان چھڑانا مشکل ہو جائے گی۔

عمران فوراً غسل خانے سے نکلا۔ بھاگتا ہوا وہ ہوٹل کے ایک
کمرے میں آیا۔ بیرے کے کپڑے اتار کر وہیں پھینک دیئے اپنا بیگ
سنبھالا اور ہوٹل سے باہر نکل گیا۔ ایک ویران جگہ آکر اس نے بیگ میں
سے کپڑے نکالے اور سر سے پاؤں تک نقاب اوڑھ لیا تھا۔ اب وہ
ایکسٹو کا روپ دھار چکا تھا۔ اور اس حالت میں وہ ساحلی چٹانوں کی
طرف دوڑنے لگا۔

جس وقت انجانے نقاب پوش جوزف کو گھیرنے کی کوشش کر
رہے تھے اس وقت ویسے لوگ صفدر کے گرد بھی گھیرا تنگ کرتے جا
تھے۔ صفدر بھی فوراً واچ ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو کی فریکونسی ملانے
لگا۔ انہوں نے عمران یا عرفان سے اس بنا پر رابطہ قائم نہ تھا کیونکہ
عمران نے انہیں بتا رکھا تھا کہ وہ اور عرفان ایک اہم مہم پر روانہ
ہو رہے ہیں۔ لہذا دونوں نے ایکسٹو ہی سے رابطہ قائم کیا تھا۔

جس وقت صفدر ایکسٹو کی فریکونسی ملانے کی کوشش
کر رہا تھا اس وقت جوزف عمران سے بات کر رہا تھا۔ لہذا صفدر کو
کنکشن نہ مل سکا۔ نقاب پوش چونکہ اسے بڑی تیزی سے گھیرتے
جا رہے تھے اور اس کے پاس خطرے کی اطلاع کرنے کا وقت
بہت کم تھا لہذا اس نے فوراً فریکونسی بدلی اور ریڈ ٹائیگر سے رابطہ
قائم کرنے کی کوشش کی۔

عرفان جس وقت مندر کے سامنے گھنے درختوں میں سے
ہو کر مندر کی طرف جا رہا تھا اسے اپنے بازو پر شاک ہوا۔ بیساکھیوں
کو اپنی بغلوں میں دبا کر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور واچ ٹرانسمیٹر پر
رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے سمندری لہروں کے ساتھ ایک
آواز ابھر ڈوب رہی تھی۔

ہیلو! ہیلو!۔۔۔ صفدر کالنگ

عرفان نے اپنی آواز بدلی اور غرایا۔

ریڈ ٹائیگر!

صفدر کی کپکپائی ہوئی آواز سنائی دی

سر! ساحل سمندر پر کچھ لوگ مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں آپ سے مدد کی درخواست کرتا ہوں۔ میں نے ایکسٹو سے بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہوا۔

عرفان پھر غرایا۔

میں پانچ منٹ میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ اتنی دیر تک انہیں روکنے کی کوشش کرو۔ کیا ان کے پاس ہتھیار ہیں؟

میں اندھیرے میں یہ اندازہ نہیں لگا سکا سر! تاہم وہ سب نقاب اوڑھے ہوئے ہیں۔

اچھا تم چٹانوں کے اندر چھپ چھپ کر ان سے بچنے کی کوشش کرو اور اپنا رخ جوزف کی طرف کر لو تاکہ تم اکٹھے ہو سکو۔ جوزف سے بھی رابطہ قائم کرو۔ اگر وہ بھی گھر چکا ہے تو اسے کہو کہ وہ بھی چٹانوں کے اندر چھپ کر ان سے بچنے کی کوشش کرے اتنی دیر تک میں پہنچا ہوں۔

ٹھیک ہے سر! صفدر نے مطمئن انداز میں کہا اور رابطہ ختم ہو گیا۔ عرفان حرکت میں آیا تھا۔ اپنی دونوں بیسا کھیاں درختوں کے اندر ایک جگہ اس نے چھپا دیں۔ اپنے بیگ سے دوسرے سیاہ رنگ کے کپڑے نکال کر اس نے پہنے، سر اور چہرے پر ویسے ہی رنگ کا نقاب اوڑھ لیا اور بڑی تیزی سے وہ چٹانوں کی طرف بڑھنے لگا۔

قبرستان کے پاس سے گزرنے کے بعد عرفان زمین پر لیٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک حالات کا جائزہ لینے کے بعد وہ سانپ

کی طرح بڑی تیزی سے رینگتا ہوا ان ساحلی چٹانوں میں داخل ہو گیا جن کے اندر جوزف اور صفدر چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔

چٹانوں کے اندر گھسنے کے بعد اس نے اپنا سر تھوڑا سا اوپر اٹھا کر جب دیکھا تو نقاب پوش چھپتے چھپاتے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ شاید جوزف اور صفدر چٹانوں کے اندر چھپ چھپ کر انہیں چکمہ دے رہے تھے اور وہ سب ان دونوں کے تعاقب میں بھاگتے پھر رہے تھے۔ ریڈ ٹائیگر بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔

چار پانچ چٹانوں کے چکر کاٹنے کے بعد ریڈ ٹائیگر نے جونہی سر اوپر اٹھا کر دیکھنا چاہا۔ اس ملحقہ چٹان پر کسی یونانی دیو مالائی مجسمے کی طرح ایکسٹو نمودار ہوا۔ جونہی ریڈ ٹائیگر نے ایکسٹو کی طرف دیکھا۔ ایکسٹو نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ گہری تاریکی ہونے کی وجہ سے انہوں نے ایک دوسرے کو پہچانا نہ تھا اور آپس میں ٹکرا گئے تھے۔

ایکسٹو نے ریڈ ٹائیگر کو دبوچ کر ختم کر دینا چاہا تھا۔ لیکن اس سے قبل ہی ٹائیگر اپنا دفاع کر چکا تھا۔ اور ایک لمبی زقند لے کر ایکسٹو کی گرفت سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ رات کی گہری تاریکی میں وہ پھر ایک دوسرے پر ازلی دشمنوں کی طرح پل پڑے تھے۔ ایکسٹو نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو خوب اینٹھ اور تھوڑا سا خم دے کر شیر کے پنجے کی طرح بنایا اور یہی آہنی پنجہ اس نے ریڈ ٹائیگر کے پیٹ میں مارا۔

ریڈ ٹائیگر بھی زخم خوردہ درندے کی طرح حملہ آور ہو چکا تھا۔ بجلی کے پنکھے کی طرح گھوم کر وہ ایکسٹو کے پنجے سے بچ گیا۔ اسی لمحہ ایکسٹو اپنا دوسرا وار کر چکا تھا اور کراٹے کا ایک سخت بایاں ہاتھ ٹائیگر کے پٹھے پر دے مارا۔ ریڈ ٹائیگر نے بچنے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن ایکسٹو اس کے پٹھے پر سخت ضرب لگانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ ریڈ ٹائیگر کراہ رہا تھا۔

ایکسٹو لڑکھڑاتے ہوئے ریڈ ٹائیگر کو دبوچ لینے کو جونہی آگے بڑھا۔ ریڈ ٹائیگر خونخواری سے حملہ آور ہوا۔ اپنی ایک ٹانگ کو وہ اوپر اٹھا کر پاؤں کو وہ اپنے سر سے بھی اوپر لے گیا۔ ایکسٹو کا دھیان اس وقت ریڈ ٹائیگر کی اٹھی ہوئی ٹانگ کی طرف تھا۔ اسی لمحے سے ریڈ ٹائیگر نے فائدہ اٹھایا۔ دوسری ٹانگ پر وہ ہوا میں اچھلا۔ پلک جھپکنے میں پہلی ٹانگ زمین پر لایا اور دوسری ایکسٹو کی گردن پر دے ماری۔ دونوں ایک دوسرے سے ذرا پیچھے ہٹ گئے تھے۔

اسی لمحہ کئی انجانے نقاب پوش ایک قریبی چٹان پر نمودار ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ جوزف اور صفدر بھی تھے۔ شاید وہ ان دونوں کو گرفتار کر چکے تھے۔ کیونکہ وہ ان دونوں کو گھیرے ہوئے تھے، وہ سب ایکسٹو اور ریڈ ٹائیگر کو لڑتے ہوئے بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھنے لگے تھے۔

ایکسٹو اور ریڈ ٹائیگر بھی دونوں چونک کر اس چٹان کی طرف دیکھنے لگے جس کے اوپر وہ انجانے نقاب پوش جوزف اور

صفدر کو لئے کھڑے تھے۔ ریڈ ٹائیگر بڑا بے چین دکھائی دے رہا تھا۔ لہجے میں غراتی اور کھولتی ہوئی آواز میں اس نے ایکسٹو سے پوچھا۔

کون ہو تم ؟

ایکسٹو نے اپنی روایتی اور بھرائی ہوئی آواز میں حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

تم ریڈ ٹائیگر ؟

ریڈ ٹائیگر بھی ایکسٹو کی آواز پہچان گیا اور تھوڑا پیچھے ہٹ کر گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

باس سر! یہ سب کچھ غلط فہمی میں ہوا۔ اور پھر حملے کی ابتداء بھی آپ ہی نے کی تھی

ایکسٹو نرم پڑ گیا

کوئی بات نہیں۔ مگر تم یہاں کیسے آ گئے۔ تمہارا مشن تو آج مندر میں داخل ہونا تھا۔

مجھے صفدر نے مدد کے لئے بلایا تھا سر!

اوکے۔ اچھا ہوا تم آ گئے۔ اب ہم دونوں یہاں سے لڑنے کی ایکٹنگ کرتے کرتے اس چٹان تک جائیں گے جس کے اوپر وہ جوزف اور صفدر کو لئے کھڑے ہیں۔ وہاں جا کر ہم دونوں کو کیا کرنا ہے۔ یقیناً سمجھ گئے ہو گے۔

یس سر۔

تم اپنا ہتھیار نکال لو۔

ریڈ ٹائیگر نے اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈالا۔ اور سٹیل کی چمکتی

ہوئی کوئی چیز نکالی۔ وہ ایک چھ انچ لمبا اور دو انچ چوڑا اسٹیل کا بلیڈ تھا جس کا باہر کا حصہ استرے کی طرح کا تیز تھا۔ دوسرا حصہ جو موٹا تھا اس کے ساتھ لوہے کی تین لمبی نلکیاں ویلڈ کی ہوئی تھیں۔ ریڈ ٹائیگر نے اپنے دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں ان تین سوراخوں میں ڈال کر اس ہتھیار کو اپنے ہاتھ پر پہن لیا۔ بائیں ہاتھ سے اس نے اس ہتھیار کو آگے پیچھے ہلا کر اپنے دائیں ہاتھ پر خوب فٹ کر لیا۔ پھر اس نے پریکٹس کے طور پر بڑی تیزی سے حملہ کرنے کے انداز میں ہوا کے اندر ایکسٹو کی طرف بڑی تیزی سے لہرایا۔ جس سے دور کھڑے یہی اندازہ لگا سکتے تھے کہ وہ ایکسٹو پر حملہ آور ہوا ہے۔

ایکسٹو نے بھی اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈالا اور ایک ہاتھ لمبی ایک زنجیر نکالی جس کے ایک طرف اسے پکڑنے کے لئے ایک کا ایک کڑا تھا اور دوسری طرف اس زنجیر کے ساتھ لوہے کا ایک آدھ پونڈ کا گولہ لٹک رہا تھا۔

کڑے کو پکڑ کر زنجیر کو لہراتے ہوئے ایکسٹو نے جب لوہے کے اس گولے کو ہوا میں ادھر ادھر پھرایا تو سائیں سائیں کی آواز پیدا ہوئی۔ دونوں پھر آپس میں لڑنے لگے۔ لیکن اس بار ان کی لڑائی جعلی تھی اور ساتھ ہی لمحہ بہ لمحہ وہ اس چٹان کے قریب ہو رہے تھے جس پر وہ نقاب پوش کھڑے تھے۔ چٹان سے ذرا قریب ہو کر لڑتے ہی لڑتے ایکسٹو نے ریڈ ٹائیگر سے کہا

میں جوزف کو شاک دیتا ہوں تم صفدر کو شاک دو۔

اس طرح وہ سنبھل جائیں گے اور یہ بھی جان جائیں گے کہ ہم ان کی چال کو آ گئے ہیں۔ پھر لڑتے لڑتے دونوں نے جوزف اور صفدر کو شاک کر دیا۔ دوسری طرف شاک ریسیو کرنے کے بعد جوزف اور صفدر کے لبوں پر گہری مسکراہٹ تھی۔

ایکسٹو اور ریڈ ٹائیگر درندوں کی طرح لڑتے ہوئے اس چٹان پر آ گئے پھر انہوں نے اس تیزی سے رخ بدلا کہ ایکسٹو نے اپنے لوہے کے گولے کو گھما کر حملہ کیا اور چار نقاب پوشوں کو ڈھیر کر دیا۔ دوسری طرف ریڈ ٹائیگر اپنے خونخوار اور چمکتے ہوئے بلیڈ سے حملہ آور ہوا تھا اور چار نقاب پوش اس نے بھی ڈھیر کر دیئے

جوزف اور صفدر بھی حرکت میں آ گئے تھے اور دونوں نے ایک ایک نقاب پوش کو ختم کر دیا۔ انہوں نے جب ان کے نقاب ہٹا کر دیکھے تو وہ سب زہریلے پجاری تھے۔ اتنے میں ایکسٹو کی غراتی ہوئی آواز آئی۔

سارے لاشیں سمندر میں پھینک دو۔ اور واپس ہوٹل چلے جاؤ۔

جوزف اور صفدر لاشیں اٹھا کر سمندر میں پھینکنے لگے۔ ایکسٹو اور ریڈ ٹائیگر مجسموں کی طرح چٹان کے اوپر کھڑے تھے۔ جوزف اور صفدر جب آخری لاش پھینک کر لوٹے تو ایکسٹو اور ریڈ ٹائیگر وہاں نہ تھے۔ انہوں نے بہت تلاش کیا۔ پر وہ تو ایسے غائب ہوئے تھے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ وہ دونوں بھی واپس چل دیئے۔

جوزف اور صفدر کی مدد کرنے کے بعد ایکسٹو
چٹانوں میں دُور تک گھستا چلا گیا تھا۔ وہاں اس نے اپنا لباس تبد
کیا اور عمران کے روپ میں وہ ہوٹل کی طرف چلا گیا۔ عرفان بھی
اس جگہ آیا جہاں اس نے اپنی بیساکھیاں رکھی تھیں۔ جلدی جلدی ا
نے لباس تبدیل کیا اور بیساکھیوں کے سہارے وہ بڑی تیزی سے
مندر کی طرف بڑھا۔

جونہی وہ مندر میں داخل ہوا۔ ایک شخص بھاگتا ہوا اس کی ط
آیا اور عرفان کا شانہ پکڑتے ہوئے کہا۔

اچھا ہوا گرام تم آ گئے۔ باس تمہیں بلا رہا تھا۔ میں تمہیں بلانے تمہ
طرف ہی جانے والا تھا۔

عرفان نے فکرمندانہ لہجے میں پوچھا۔

خیریت تو ہے!

میں کیا جانوں؟ اس نے لاعلمی کا اظہار کر دیا۔

مندر کی عمارت میں جانے کے بجائے عرفان نے رخ بدلا او
ایک دوسری عمارت کی طرف بڑھا۔ مختلف راہداریوں میں سے ہوتا ہو

یک کمرے کے سامنے رکا اور باہر بیٹھے ہوئے گارڈ سے اس
کہا۔

باس نے مجھے بلایا ہے۔ اسے اطلاع کرو کہ گرام آیا ہے۔

گارڈ اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور دروازہ
وا کرتے ہوئے عرفان سے کہا۔

س نے تمہیں بلایا ہے جاؤ اندر!

عرفان کمرے میں داخل ہوا۔ اندر ایک پچاس کی عمر کا اور بہترین
صیت کا آدمی بیٹھا تھا۔ جس کے چہرے پر گہرائی اور ٹھہراؤ تھا۔
کے اشارے سے اس نے عرفان کو ایک کرسی کی طرف اشارہ
۔ اور عرفان اس پر بیٹھ گیا۔ باس کی سرگوشی کی سی آواز
ائی دی۔

تم نے اچھا کیا ہوٹل کی سروس کر لی ہے۔ اب تم کھل کر اپنا کام
سکو گے۔ وہ ہوٹل ویسے بھی ہماری نگاہوں میں مشکوک ہے اس کے
کان اور کارکنوں پر گہری نظر رکھو۔

بہتر سر! عرفان نے اپنے سر کو قدرے خم دے کر کہا۔

س پھر بولا۔

جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے

نہیں سر!

چندراوتی کی شادی یہاں کے سب سے طاقتور پجاری سے
رہی ہے۔ تم جانتے ہو ساری لڑکیوں میں صرف دو ہی ایسی ہیں
جنہیں حسین ترین کہا جا سکتا ہے۔ ایک چندراوتی اور دوسری

مارسا جو تمہاری بیوی کا کردار ادا کر رہی ہے۔
عرفان نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔
جانتا ہوں سر!
باس پھر بولا۔
آج پورن ماشی کی رات کو مندر میں مقدس روحوں کے
رقص کے بعد چندراوتی کی شادی کی رسم ادا ہوگی۔ تم مندر سے جاکر
مارسا کو یہاں مندر میں بھیج دو۔ اب وہ یہاں چندراوتی کی جگہ کام
کرے گی۔ شادی کے بعد چندراوتی کو اس کے موجودہ فرائض سے
فارغ کر دیا جائے گا۔
عرفان کا سر جھک گیا۔
میرے ساتھ کون کام کرے گا سر!
فی الحال تمہارے ساتھ کوئی نہیں رہے گا۔ جونہی کوئی نئی اور
مناسب لڑکی مندر میں آئی اسے تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔
لوگ اگر پوچھیں تمہاری بیوی کہاں گئی تو میں کیا جواب دوں گا؟
کہہ دینا بھاگ گئی ہے۔ کیا تم نے اس کی عصمت کو داغدار تو نہیں
نہیں باس! وہ پاک اور پوتر ہے۔
تو پھر جاؤ اسے یہاں بھیج دو
عرفان کھڑا ہو گیا۔
کیا مجھے اجازت ہے کہ میں مقدس روحوں کا رقص دیکھنے کے بعد
جا کر اسے بھجواؤں
ہاں تم ایسا کر سکتے ہو۔ باس نے نرم لہجے میں کہا۔

عرفان مڑا اور کمرے سے نکل گیا۔ عمارت سے باہر آکر جب
وہ مندر کی طرف جا رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ اس کے آگے تھوڑی
ہی دور چندراوتی بھی مندر کی طرف جا رہی تھی۔ وہ ایک بے حد
حسین لڑکی تھی۔ بڑی بڑی آنکھیں، سنہری بال اور لچکیلے جسم والی وہ
لڑکی اپنے اندر ایک کشش رکھتی تھی۔ اس کا نام ایشین لڑکیوں جیسا
تھا لیکن اس کی شکل و صورت سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ایشین نہیں
یورپین ہے۔
عرفان نے اسے آواز دے کر پکارا۔
چندراوتی!
چندراوتی رک گئی۔ مڑ کر پیچھے دیکھا اور پھر وہیں کھڑے ہو کر
عرفان کا انتظار کرنے لگی۔ عرفان نے غور سے اس کی طرف دیکھتے
ہوئے پوچھا۔
سنا ہے آج تمہاری شادی ہو رہی ہے؟
چندراوتی اداس ہو گئی۔ رنگ پیلا پڑ گیا۔ اس نے اپنی گردن
جھکا لی اور منہ سے کچھ کہے بغیر اس نے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔
عرفان نے پھر ٹھوکر لگائی۔
کیا تم اس شادی پر خوش نہیں ہو؟
چندراوتی نے اپنا سر اوپر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر
رہے تھے۔ اور بڑی درد انگیز آواز میں اس نے کہا۔
تم ٹھیک کہتے ہو گرا ہم۔ یہ زبردستی کی شادی ہے۔ میں ان بھیڑیوں
کو قطعاً پسند نہیں کرتی۔ جنہیں پجاری اور مندر کا محافظ کہا جاتا ہے۔

عرفان نے اس کے لئے نیا انکشاف کیا۔

اگر میں یہ شادی رکوا دوں پھر ؟

چونکتے ہوئے چندراوتی نے پوچھا

تم کیسے رکواؤ گے اچھے گراہم !

عرفان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

شادی نہیں رکواؤں گا —— میں —— چندراوتی نے اس کی بات اُچک لی

تم خود ہی تو کہہ رہے تھے شادی رکوا دوں گا

تم شادی ہو جانے دو ؟

چندراوتی نے بے لبسی سے کہا۔

ہو جانے دوں ؟

ہاں ۔ جب تمہارا وہ بن بالس نما پجاری تمہارے پاس شب عروسی منانے آئے گا تو میں اسے ختم کر دوں گا

چندراوتی چونک پڑی

یہ ناممکن ہے

کیوں ؟

وہ اتنا طاقت ور ہے کہ انسان تو کیا کئی انسان بھی مل کر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

عرفان نے غصے میں کہا۔

میرا نام گراہم ہے۔ میں کوئی غلط وعدہ نہیں کرتا۔ یہ تو ایک پجاری ہے۔ ایسے ہزاروں آجائیں تو میں انہیں روئی کی طرح توم دوں گا۔

مگر تم تو اپاہج ہو اچھے گراہم !

وقت آنے پر تمہیں بتاؤں گا کہ میں اپاہج ہونے کے باوجود کیا کچھ کر سکتا ہوں۔ صرف یہ بتاؤ تمہاری شب عروسی کا بندوبست کہاں کیا گیا ہے۔

میرے کمرے میں

کیا تمہارے پاس اپنے کمرے کی کوئی فالتو چابی ہے۔

ضرور ہے۔

تو پھر ایک مجھے دے دو۔ تم شادی کی رسم بڑے اطمینان سے ادا کر کے اپنے کمرے میں چلی آنا۔ پھر دیکھنا میں اس جلاد کو تمہیں ہاتھ ہی نہ لگانے دوں گا۔

چندراوتی نے اسے ایک چابی تھماتے ہوئے کہا۔

یہ لو۔ میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کروں گی۔

عرفان نے چابی لے لی اور دونوں آگے پیچھے کچھ فاصلہ رکھتے ہوئے مندر کی طرف بڑھنے لگے۔ مندر کے اندر کافی لوگ جمع تھے۔ وہ دونوں بھی قریب قریب آکر کھڑے ہو گئے۔ وہاں بالکونیوں میں کھڑے سب لوگ نیچے تہ خانے میں گنیش دیوتا کے پیتل کے بُت کی طرف دیکھ رہے تھے جو کئی فیٹ اونچا تھا۔ وہ تہ خانہ جس کے اندر گنیش دیوتا کا بُت رکھا تھا۔ ایک بہت بڑا مربع نما کمرہ تھا جس کے اندر کئی دروازے تھے جو دوسرے تہ خانوں میں کھلتے تھے اس کے اوپر چاروں طرف بالکونیاں تھیں جن میں کھڑے بے شمار لوگ بت کی طرف اس انداز سے دیکھ رہے تھے جیسے اس

تہ خانے میں [illegible] سری قوتوں کا ظہور ہونے والا ہو۔ عرفان نے
دیکھا اس کے دائیں ہاتھ کی بالکونی میں عمران کھڑا بڑی محویت سے
بُت کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کوئی آدھا گھنٹہ اسی حالت میں گزر گیا۔ لوگ آپس میں باتیں کر کے
خو[illegible] رہے تھے۔ دفعتاً ہی سب لوگ خاموش ہو گئے جیسے
سانپ سونگھ گیا ہو یا ان کے جسموں سے روحیں نکال لی گئی
[illegible] تاہم سب لوگ خاموش اور ہمہ تن گوش ہو گئے تھے کیونکہ
مندر کے اندر مدھم مدھم اور سریلے ساز بجنے لگے تھے۔ اس انداز
سے گویا بہت دور ان گنت گھنٹیاں ایک ساتھ ترتیب اور سُر کے
ساتھ بجائی جا رہی ہوں۔

سب کے دیکھتے ہی دیکھتے تہ خانے میں بالکل گنیش دیوتا
کے بُت کے قریب ایک بہت بڑا سانپ دکھائی دیا۔ کسی نے بھی اسے
کہیں سے نکلتے نہ دیکھا تھا۔ وہ اس طرح لوگوں کے سامنے آیا تھا
جیسے پہلے سے ہی وہ وہاں ہو۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنا چوڑا اور پھیلتا ک[illegible]
پھن اٹھائے بُت کے سامنے کھڑا رہا۔ پھر حرکت کی اور پیچھے ہٹنے لگا

اچانک لوگ خوف و دہشت سے کانپ اٹھے اور حیرت
سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ سانپ چند فٹ پیچھے ہٹ کر اچانک
غائب ہو گیا۔ اور اس کی جگہ ایک بے حد خوبصورت، کومل اور نوعمر لڑکی
اپنا ایک گھٹنہ جھکائے اور دونوں ہاتھ جوڑے بُت کی طرف دیکھ رہی
تھی۔ وہ نیم ہرے رنگ کی باریک [illegible] کا لباس پہنے ہوئی تھی جس
میں سے اس کا جوان، کنوارا اور [illegible] جسم جھلکیاں دے رہا تھا۔

لوگ محوِ حیرت تھے۔

لڑکی آہستہ آہستہ سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی مندر
میں مدھم سُروں میں بجنے والے ساز تیز ہو گئے۔ اور ان کی لے
پر لڑکی اپنے جسم کو سانپ کی طرح بل دے کر رقص کرنے لگی تھی۔ وہ
ایک پُراسرار اور غیر مانوس سا رقص تھا۔ شاید اس لئے کہ سانپ
اپنی جُون بدل کر لڑکی کے روپ میں آ گیا تھا۔ سُروں کی لے پر وہ
کومل لڑکی کافی دیر تک رقص کرتی رہی۔ پھر ساز آپ ہی آپ خاموش
ہو گئے۔ اور لوگوں نے دیکھا اپنی جگہ پر کھڑی وہ حسین لڑکی اچانک
ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی جیسے زمین پھٹ گئی ہو اور وہ
اس میں سما گئی ہو یا۔ دھواں بن کر ہوا میں تحلیل ہو چکی ہو۔

لوگ ابھی مجسمہ حیرت بنے کھڑے تھے کہ گنیش دیوتا کے بُت
سے ایک بھاری گھمبیر آواز سنائی دی۔

اے آشیرباد کے متلاشی انسانو! تم لوگ خوش قسمت ہو جو
آج کی رات تم سب نے پوِتر روحوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جاؤ چلے
جاؤ۔ اور آئندہ پورن ماشی کی رات کا انتظار کرو۔

لوگ اب باہر نکلنے لگے تھے۔ عرفان جب بالکونی سے باہر آیا
تھا تو ایک طرف الگ تھلگ چندراوتی کھڑی تھی۔ ہاتھ کی ذرا سی
جنبش سے چندراوتی نے عرفان کو اپنی طرف بلایا اور وہ بیساکھیاں
ٹیکتا ہوا اس کے سامنے جا کھڑا ہوا اور سرگوشی میں پوچھا۔

کہو؟

چندراوتی نے بھی سرگوشی کی۔

اب تم کہاں جاؤ گے ؟

عرفان اپنا منہ اس کے قریب لے گیا

تم فکر نہ کرو۔ میں ابھی جا کر تمہارے کمرے میں چھپ جاؤں گا۔
تم سے کئے گئے وعدے کو ہر حالت میں نبھاؤں گا۔

چندراوتی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ایک پجارن بڑی تیزی سے
کے پاس آئی اور چندراوتی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

آؤ تمہیں شادی کی رسم کے لئے بلایا جا رہا ہے۔ پھر جونہی اس
پجارن نے عرفان کی طرف دیکھا مسکراتے ہوئے وہ پھر بولی

گراہم بھائی کیسے ہو ؟

عرفان بھی مسکرانے لگا۔

ٹھیک ہوں

ہماری بہن مارسا کیسی ہے

خوش ہے۔

وہ پجارن چندراوتی کا ہاتھ تھامے اسے ایک طرف لے گئی عرفا
جونہی چند قدم دائیں جانب چلا عمران آہستہ آہستہ اس کے پاس سے
گزرا اور سرگوشی کی۔

میں مندر کے باہر درختوں کے جھنڈ میں کھڑا ہوں گا۔ اگر ضرورت
پڑے تو شاک کر دینا۔ جوزف اور صفدر بھی یہیں ہوں گے۔ عمران تیز
سے گزرتا ہوا مندر سے باہر نکل گیا۔ اور عرفان مندر کی سکونتی عمارت
کی طرف بڑھنے لگا۔

چندراوتی کے کمرے کا تالا عرفان نے کھولا اور
کمرے کا جائزہ لیا۔ شب عروسی کے سلسلے میں کمرے کو پوری طرح سجایا گیا
تھا۔ سامنے والی دیوار کے ساتھ ڈبل بیڈنگ تھی جو بڑی اچھی طرح
ڈیکوریٹ کی گئی تھی۔ اور دائیں ہاتھ کپڑوں کی الماری کے علاوہ قسم
قسم کا ضروری غیر ضروری سامان تھا۔ جن سے چندراوتی کی نفاست
طبع کا پتہ چلتا تھا۔ عرفان ایک بار کمرے میں گھوما۔ کپڑوں کی الماری
کھول کر دیکھی۔ ہر چیز کا بغور جائزہ لیا۔ پھر وہ کمرے سے باہر نکلا۔
ایک گہری نگاہ ارد گرد ڈالی اور برآمدے میں نکل آیا۔

اپنے بیگ کے اندر سے عرفان نے سیاہ اور ہرے رنگ
کی بوتل کے ڈھکن جیسے آلے نکالے۔ ایک کالا ڈھکن نما آلہ جو اصل
میں وائس ریسیور اور ایمپلیفائر تھا۔ برآمدے میں بجلی کے سوئچ بورڈ
پر لگا دیا۔ ہرے رنگ کے ڈھکنوں کی سوئیاں اس نے اپنی مخصوص
جگہوں پر فکس کیں اور انہیں برآمدے کے باہر تھوڑے تھوڑے
فاصلے پر زمین کے اندر دبا دیا۔ دوبارہ وہ کمرے میں آیا اور وہاں
پر بھی سوئچ بورڈ میں سیاہ رنگ کا وائس ریسیور فٹ کرنے کے بعد

وہ اپنی بیساکھیوں سمیت کپڑے کی الماری میں گھس گیا۔ اور چندراوتی
کے وہ کپڑے جو وہاں لٹک رہے تھے۔ اور جن سے جوان اور کنواری
مہک اُٹھ رہی تھی ان کے پیچھے وہ چھپ کر کھڑا ہو گیا۔

ایک گھنٹہ اسی حالت میں گزر گیا۔ آخر کمرے کا دروازہ
کھلا۔ اور وہی بن مانس پجاری چندراوتی کو اپنے ساتھ لپٹائے
کمرے میں داخل ہوا۔ چندراوتی دلہن بنی ہوئی تھی اور بڑی خوبصورت
لگ رہی تھی۔ پجاری نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اور
چندراوتی کے ساتھ آ کر وہ پلنگ پر بیٹھ گیا۔

جونہی چندراوتی سے وہ اس قدر قریب ہونے لگا کہ
دونوں کی سانسیں اُلجھ جاتیں۔ عرفان کپڑوں کی الماری سے باہر
نکل آیا۔ اسے دیکھتے ہی پجاری زہریلے ناگ کی طرح فوراً کھڑا ہو
گیا۔ اور بڑے سخت لہجے میں پوچھا۔

گراہم! تمہیں اس کمرے میں آنے کی جرأت کیسے ہوئی؟

چندراوتی بھی کھڑی ہو گئی۔ لیکن اس کے چہرے پر
سکون اور خوشی کے آثار تھے۔ اپنی بیساکھیوں کے سہارے
عرفان تھوڑا سا آگے بڑھا اور پجاری سے بھی زیادہ سخت لہجے
میں بولا۔

تم نے چندراوتی سے شادی کرنے کی جرأت کیوں کی؟

پجاری غصے میں بل کھا گیا اور عرفان کی طرف بڑھا

ابھی تمہیں بتاتا ہوں کہ کیوں شادی کی۔ آج میں تیرے جسم کی
ایک ایک ہڈی توڑ کر رکھ دوں گا۔

پجاری جب عرفان کی طرف بڑھا تو چندراوتی فکرمند ہو گئی۔
لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی حیرت کی انتہا نہ تھی۔ عرفان نے بیساکھیوں
کو ایک طرف پھینک دیا اور اپنی ٹانگوں پر تن کر کھڑا ہو گیا۔ پجاری
نے حیرت سے پوچھا۔

تو کیا تم اپاہج نہیں ہو؟

عرفان چند قدم اور پجاری کی طرف بڑھا۔

ہرگز نہیں

پجاری اور زیادہ غصے میں پھنکارا

تو آج پھر میں تمہیں اپاہج کر دوں گا۔

دونوں ایک دوسرے کے گرد چکر لگانے لگے اور بار
بار جوڈو کراٹے کا پوز بنا بنا کر بدل رہے تھے۔ پھر ——— پھر
پجاری دفعتہً ہی حملہ آور ہوا۔ عرفان کو پیٹ میں مُکّہ مارنے کا
جھانسہ دے کر اس نے اپنے پاؤں کی شدید ضرب عرفان کی
ٹھوڑی کے نیچے لگانا چاہی۔

عرفان دائیں ہاتھ کو جھکائی دے کر نکتے سے بچ گیا اسی
لمحہ پجاری نے اسے پاؤں کی ضرب کا نشانہ بنایا۔ عرفان پوری طرح
مستعد تھا۔ اس نے ہوا کے اندر ہی اپنے دونوں ہاتھوں سے پجاری
کی ٹانگ پکڑ لی۔ پھر بجلی کے کوندے کی طرح اس نے جارحانہ انداز
اختیار کیا۔ اپنا دایاں ہاتھ ٹانگ سے اس نے علیحدہ کیا اور اسی
... کے بازو کو پجاری کی دونوں رانوں کے سنگھم میں ڈال کر
اس نے نیچے جھک کر زور لگایا اور پجاری کو اپنے سر سے اوپر

لہراتے ہوئے بُری طرح فرش پر پٹخ دیا۔ چندراوتی اس کی اس
جرأت پر قدرے حیران اور زیادہ تر خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔
عرفان شاید زیادہ وقت ضائع نہ کرنا چاہتا تھا۔ فرش
پر پڑے ہوئے پجاری کو اٹھنے کا موقع دیئے بغیر پھر اس نے اُسے
جا لیا اور اس کے چہرے پر اپنے وزنی بوٹ کی ایک بھرپور ضرب
لگائی۔ پجاری بُری طرح کراہا اور سپرنگ کی طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا۔
پر عرفان تو اب پوری طرح بپھرا ہوا تھا۔ وہ پھر آگے بڑھا اور لگاتار
تین مکّے پجاری کے پیٹ میں مارے۔ مکّوں کی آواز چندراوتی
کے کمرے میں یوں گونجی تھی۔ جیسے وزنی اور آہنی ہتھوڑے برسے
ہوں۔

پجاری اپنے جسم سے انگریزی کا V بناتا ہوا فرش کی طرف
جھکتا جا رہا تھا۔ وہ اپنا پیٹ دونوں ہاتھوں سے تھامے ہوئے
تھا۔ اور سخت تکلیف کا اظہار کر رہا تھا۔ عرفان پھر حملہ آور ہوا۔
اور اپنی دائیں ٹانگ خوب لہرا کر اپنے بوٹ کی ضرب پھر اس
کے پیٹ میں لگائی۔ پجاری بُری طرح بلبلا اٹھا تھا اور بے سُدھ سا
ہو کر فرش پر گر گیا تھا۔

عرفان نے اپنے لباس کے اندر سے تانبے کی تار
نکالی اسے پجاری کی گردن کے گرد لپیٹ کر جب اس نے کھینچا تو
پجاری دم توڑ گیا۔ عرفان نے تار اس کی گردن سے علیحدہ کی اور
جب وہ اسے لپیٹ کر اپنے بیگ میں ڈال رہا تھا چندراوتی مسکراتی
اور بھاگتی ہوئی آگے بڑھی اور بری طرح عرفان سے لپٹتے ہوئے

اس نے کہا۔

پیارے گراہم! تم بہت بہادر اور طاقت ور ہو۔ میں سمجھتی تھی
یہ پجاری ناقابلِ تسخیر ہے اور کوئی اسے شکست نہیں دے سکتا۔
لیکن تم نے ایک منٹ میں اسے ختم کر دیا۔

عرفان نے چندراوتی کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا

تمہیں اپنے شوہر کے مرنے کا افسوس تو نہیں؟

چندراوتی نے بیزاری سے کہا۔

میں نے اسے اپنا شوہر تسلیم ہی نہ کیا تھا۔ صرف پروہت کے آگے
میں مجبور تھی۔ اسی کے حکم سے یہ شادی ہوئی۔ اس کے مرنے پر مطمئن
اور تم جیسے ساتھی کے مل جانے پر بے حد خوش ہوں۔

عرفان اپنے مطلب کی طرف آیا

میرے ساتھ ایک معاہدہ کرتی ہو؟

چندراوتی نے بڑے پیار سے عرفان کی آنکھوں میں آنکھیں
ڈالتے ہوئے کہا۔

کیسا معاہدہ؟

تم مجھے ہر روز سارے مندر کی ساری خبریں مہیا کرتی رہو گی۔

چندراوتی نے حیرت سے پوچھا

وہ کیوں؟

عرفان اس سے علیحدہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا

اگر تم نہیں چاہتی ہو تو نہ سہی

چندراوتی نے پھر آگے بڑھ کر عرفان کے ہاتھ تھام لئے

تم تو یوں ہی خفا ہوتے ہو۔ پہلے تو بتاؤ کیسی خبریں۔ میں تمہاری
خوشی کی خاطر اپنی جان تک بھی دے سکتی ہوں۔
عرفان نے بڑے پیار سے اس کے ہاتھ سہلاتے
ہوئے کہا۔
تو پھر سنو! سمندر کے اس کنارے جب بھی کوئی بحری جہاز آکر لنگر انداز
ہو اور مندر سے کوئی چیز لے جانا چاہے تم فوراً مجھے اطلاع کر دینا۔
اس کے علاوہ بھی مندر کے اندر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آئے تو تم
مجھے خبر کر دینا۔
میں تمہیں مل کہاں سکتی ہوں
تم مجھے مون ریز ہوٹل میں جب چاہو مل سکتی ہو۔ اگر میں کبھی وہاں نہ
ہوں تو یہی اطلاع تم مارسا کو کر سکتی ہو۔
چندراوتی نے پہلی بار سرگوشی کی
تم ایسا کیوں چاہتے ہو
بس ایک راز سمجھو
مجھ سے بھی نہ کہو گے
مناسب وقت پر سب کچھ کہہ دوں گا
چندراوتی نے کچھ سوچا پھر بڑے غور سے عرفان کی طرف
دیکھتے ہوئے پوچھا
میں جانتی ہوں یہ ایک خطرناک کام ہے۔ تمہیں یہاں کی اطلاع مہیا کرتے
کرتے اگر میں خود پکڑی گئی تو پھر کیا ہو گا۔
تم میری طاقت کا اندازہ لگا چکی ہونا؟

کل لگا چکی ہوں۔
تو پھر اطمینان رکھو۔ میرے ساتھ کام کرتے کرتے اگر تم کبھی موت
کے منہ میں بھی چلی گئیں۔ تو میں تمہیں بچا لوں گا۔
چندراوتی کے چہرے پر گہرا سکون اور خوشی تھی۔
بس میں تم سے یہی سننا چاہتی تھی۔ اب تم جو بھی کہو گے میں کر گزروں گی۔
ایسا کام کرتے ہوئے مجھے ڈھارس ہو گی کہ کوئی میرا ساتھی ہے جو ہر
دکھ میں میری تسلی اور اطمینان کا باعث ہو گا۔
عرفان پھر بولا
ایک بات اور بتاؤ ؟
پوچھو
کیا سمندر کے کنارے کی چٹانوں کے اندر کوئی ایسا راستہ ہے جو اس
مندر کے تہ خانوں کی طرف جاتا ہو
ایک سرنگ نما راستہ ہے۔ لیکن وہ بیحد خطرناک ہے۔ اس کے اندر
بن مانس ہیں جو اس راستے کی حفاظت کرتے ہیں۔
مندر کے تہ خانوں میں کیا ہے ؟
چندراوتی نے حیرت سے پوچھا
تمہیں پتہ نہیں ؟
نہیں
میں تو سمجھتی تھی تم ہر چیز کی خبر رکھتے ہو گے
مجھے کچھ علم نہیں
مندر کے تہ خانوں میں بحری جہازوں سے لوٹا ہوا مال

کے مضبوط پنجرے
رکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ نیچے چار تہہ ہے
ہیں جن کے اندر نر مادہ بن مانس بند ہیں۔ یہاں مندر کے اندر دنیا
کی حسین ترین لڑکیوں کو اغوا کر کے پجارن رکھا جاتا ہے اور جب
ان کی شادیاں پجاریوں سے کرنے کے بعد بچے پیدا ہوتے ہیں تو ان
بچوں کو ان بن مانسوں کے اندر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ وہی ان بچوں
کی پرورش کرتے ہیں اور ان کے ساتھ رہتے ہوئے وہ بچے بھی
جوان ہو کر بن مانسوں جیسے ہو جاتے ہیں۔ ان بچوں کے نام نہیں رکھے
جاتے بلکہ ان کے نمبر ہوتے ہیں اور ان ہی نمبروں سے انہیں پکارا
جاتا ہے۔ جب یہ بچے جوان ہوتے ہیں تو انہیں مندر اور اس سے
ملحقہ سمندری ساحل کی حفاظت پر مامور کیا جاتا ہے۔

جن تہ خانوں میں بن مانسوں کے ساتھ یہ بچے پرورش
پاتے ہیں ان تہ خانوں کی چھتوں میں سوراخ ہیں جن کے ذریعے کچا اور
تازہ گوشت پھینکا جاتا ہے اور اس گوشت پر یہ بچے درندوں کی
طرح پلتے ہیں اور ان کے اطوار بھی درندوں جیسے ہو جاتے ہیں اور
اور وہ ان درندوں کی طرح خونخوار اور طاقت ہوتے ہیں۔

ان پجاریوں کے متعلق یہاں کے عملہ نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ وہ
اس مندر کی حفاظت کے لئے آکاش سے آتے ہیں اور اپنا مشن
پورا کر کے خود ہی کہیں چلے جاتے ہیں۔ لوگوں کا بھی خیال ہے کہ
یہ روحیں ہیں جو بھگوان کی طرف سے مندر کی حفاظت پر مامور
ہوتی ہیں۔

تمہارا تعلق کس ملک سے ہے؟

چندراوتی اداس ہو گئی اور بجھی ہوئی سی آواز میں کہا
مجھے ان لوگوں نے بچپن ہی میں اغوا کر لیا تھا اور یہاں لے
آئے تھے۔ مجھے کچھ خبر نہیں میرا گھر کہاں ہے۔ بہر حال میرا تعلق کسی
یورپی ملک سے ہے۔ اس پجاری کی لاش کا کیا کرو گے اور مجھ سے
اگر کسی نے پوچھا تو میں کیا جواب دوں گی

میں لاش کو اٹھا کر ابھی کھڑکی سے باہر پھینک دیتا
ہوں۔ اس کے بعد تم پوری قوت سے چیخنا شروع کر دینا۔ جب
لوگ جمع ہو جائیں اور تم سے وجہ پوچھیں تو کہنا کہ کمرے میں کوئی کفن
پوش چیز آئی تھی جسے بدروح ہی کہا جا سکتا ہے۔ اس نے پجاری
کو مار کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا ہے۔ ٹھیک ہے نا

چندراوتی سوچوں میں کھو گئی

ہے تو ٹھیک ۔۔ پر وہ اس بات پر اعتبار کر لیں گے؟

تم فکر نہ کرو۔ میں نے بھی ایک چکر چلایا ہوا ہے۔ میں باہر ہی
ہوں گا۔ مگر میری آواز اس کمرے میں گونجتی رہے گی۔ اور انہیں
یقین کرنا ہو گا

چندراوتی رضامند ہو گئی

جس طرح بھی تم کہتے ہو۔ مجھے منظور ہے۔

عرفان نے لاش کو اٹھایا اور خوب زور سے اسے کھڑکی
کے راستے دور پھینک دیا۔ پھر اس نے بیساکھیاں سنبھالیں اور
باہر نکل گیا۔ درختوں کے ایک جھنڈ کے پس منظر میں وہ ایک جھاڑی
کی آڑ لے کر بیٹھ گیا۔ جیب سے دو ڈھکن نما آلے نکالے۔ ایک

اس نے کان پر چڑھا لیا اور دوسرا منہ کے سامنے رکھتے ہوئے وہ بولا۔

چندراوتی اب شور کرنا چیخنا شروع کر دو

یہی آواز اس آلے کے ذریعے چندراوتی کے کمرے میں گونجی جسے عرفان نے کمرے کے سوچ بورڈ پر لگایا تھا۔ چندراوتی عرفان کی آواز سن کر پریشان تو ہوئی۔ بہر حال اس نے اپنی پوری قوت سے چیخنا شروع کر دیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہاں لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے انہوں نے چندراوتی سے کئی بار کچھ پوچھنا بھی چاہا پر وہ برابر چیختی اور روتی رہی۔ اتنی دیر تک مندر کا پروہت بھی وہاں آ گیا۔ اس نے تسلی دے کر چندراوتی کو چپ کرایا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ پورا کمرہ اور سامنے کا برآمدہ لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ پروہت نے بڑی شفقت کے ساتھ چندراوتی سے پوچھا۔

تمہارا شوہر کہاں ہے؟

منہ بسورتے ہوئے چندراوتی نے جواب دیا۔

شادی کی رسم کے بعد جب ہم دونوں کمرے میں آئے تو کوئی کفن پوش روح کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے میرے شوہر کو ختم کر کے لاش وہ سامنے والی کھڑکی سے باہر پھینک دی ہے۔ لوگوں نے کھڑکی کے راستے وہاں دیکھا، واقعی لاش پڑی تھی۔ پروہت نے بڑی بے چینی اور غیر یقینی سی کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا

یہ کیسے ممکن ہے میں اسے ماننے کو تیار نہیں۔

چندراوتی کے جواب دینے سے قبل ہی عرفان کی آواز کمرے میں گونجی۔

کیوں ممکن نہیں تم میں سے جس نے بھی مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی میں اسے ختم کر دوں گا۔ میں چندراوتی سے محبت کرتا ہوں دوبارہ اس کی شادی اگر کسی کے ساتھ کرانے کی کوشش کی گئی تو سب سے پہلے میں تمہیں ختم کر دوں گا۔ چندراوتی اس مندر میں میری امانت ہے۔ جس نے بھی اس سے زیادتی کی اسے میں اس پجاری کی طرح ذبح کر دوں گا۔

لوگ اس آواز پر حیرت زدہ ہو گئے تھے اور حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے تھے۔ عرفان کی پھر بھیانک آواز آئی۔

سب چلے جاؤ یہاں سے

لوگ پھر بھی جب وہاں کھڑے رہے تو سونچ بورڈ میں لگا ہوا وہ آلہ ایک دھماکے سے پھٹ گیا اور آگ کے خوفناک شعلے بلند ہوئے سب لوگ باہر بھاگے۔ ان میں پروہت اور چندراوتی بھی تھے سب برآمدے میں آ کر کھڑے ہو گئے۔ اس بار برآمدے کے سوچ بورڈ سے عرفان کی آواز آئی۔

چندراوتی تم اپنے کمرے میں چلی جاؤ

چندراوتی چپ چاپ سر جھکائے کمرے میں چلی گئی۔

عرفان کی آواز پھر سنائی دی

تم لوگوں نے سنا نہیں۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے اور عمارت کے اس حصے کو خالی کر دو

اس کے ساتھ ہی سونچ بورڈ پر لگا ہوا وہ آلہ بھی پھٹ گیا۔ پھر

یکے بعد دیگرے برآمدے کے سامنے زمین میں دبائے ہوئے بم بھی
لگے۔ لوگوں میں افراتفری پھیل گئی اور جدھر کسی کا منہ اٹھا بھاگ کھڑا ہوا
عرفان بھی جھاڑیوں سے نکلا اور اپنی بیساکھیاں ٹیکتا ہوا آ
میں جاملا۔ پھر گیٹ کے راستے وہ مندر سے باہر نکل کر درختوں کے
جھنڈ میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سامنے عمران، جوزف اور صفدر
کھڑے تھے۔ وہ تینوں اس کی طرف بڑھے۔ عمران نے بڑی بیتا
سے پوچھا۔

کیا بنا؟

عرفان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا

اب ہم کو سمندر کے کنارے اس جہاز کے لئے پہرہ دینے کی ضرورت
نہیں رہی۔ چندراوتی کو پوری طرح میں اپنے ساتھ ملا لیا ہے اب
مندر کی ہر خبر مجھے پہنچاتی رہے گی

عمران نے پھر پوچھا

اور کچھ

پروہت نے کہا ہے مارسا کو واپس مندر میں بھیج دو

کیوں؟

کہتا تھا چندراوتی کی شادی کے بعد مارسا مندر میں چندراوتی کے فر
سنبھالے گی

کب تک بھیجنے کو کہا ہے اس نے

آج رات ہی

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ملحقہ قبرستان سے ایک

مہیب نسوانی چیخ بلند ہوئی۔ کچھ اس قسم کی آواز جیسے کسی مرنے والے
آدمی پر بھیڑیئے بھیانک آوازوں میں رو اٹھے ہوں۔ پھر ان کے
دیکھتے ہی دیکھتے قبرستان میں ایک بہت حسین لڑکی نمودار ہوئی۔ اور
ہوا کے اندر تیرتی اور ہلکے ہلکے مسرت افزا قہقہے لگاتی ہوئی وہ سمندر
کی طرف بڑھی۔

عمران، عرفان، جوزف اور صفدر اس کے تعاقب میں
بھاگے لیکن ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ نازک اندام اور کومل لڑکی
سمندر میں اتر کر نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اور وہ سمندر کنارے کی
چٹان پر کھڑے بڑی مایوسی سے اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔

چندراوتی جھجکتی ہوئی مون ریز ہوٹل میں داخل
ہوئی تھی۔ اس وقت وہ پجارنوں کے لباس میں نہ تھی۔ بلکہ پتلون اور
شرٹ میں تھی۔ اور بے حد خوبصورت اور پرکشش لگ رہی تھی۔
ڈائننگ روم کے وسط میں بیروں کا لباس پہنے کندھوں پر صافی
رکھے اور ہاتھ میں سٹین لیس سٹیل کی ٹرے پکڑے عمران کھڑا بڑے
غور سے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ استقبالیہ میں جولیا اور ایڈتا

کے پاس بیٹھا ہوا عرفان بھی اسے دیکھ چکا تھا۔

عمران بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور چندراوتی سے قریب ہوتے ہوئے بڑی شستہ انگلش میں پوچھا۔

کس سے ملیں گی

چندراوتی نے چند لمحے عمران کو غور سے دیکھا پھر سرگوشی کے انداز میں کہا

مجھے گراہم سے ملنا ہے

عمران اس کے آگے آگے چل پڑا

آؤ میرے ساتھ ا

عمران اُسے لے کر استقبالیہ میں داخل ہوا۔ عرفان کھڑا ہو گیا اور مسکرانے لگا۔ چندراوتی نے بھاگ کر عرفان سے لپٹ جانا چاہا پر عمران، جولیا اور ایڈنا کی موجودگی میں وہ ایسا نہ کر سکی تھی۔ تاہم وہ تیزی سے آگے بڑھی تھی اور عرفان کے دونوں ہاتھ بڑے پیار سے اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا

کیسے ہو پیارے گراہم!

عرفان مسکرا رہا تھا

ٹھیک ہوں

چندراوتی نے جس بے باکی سے عرفان کے دونوں ہاتھ تھام رکھے تھے اور اس سے پیار کا اظہار کر رہی تھی اس پر ایڈنا کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں اور وہ غصے میں ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

اور جولیا اس کی حالت پر مسکرا رہی تھی۔

عرفان سنجیدہ ہو گیا اور چندراوتی سے پوچھا

میرے لئے کوئی خبر ہے؟

چندراوتی نے عرفان کو دروازے کی طرف کھینچا

میرے ساتھ باہر آؤ۔ میں تمہارے لئے ایک بیحد اہم خبر لائی ہوں

عرفان نے اسے وہیں روک لیا

یہیں کہہ دو

چندراوتی پریشانی سے ادھر اُدھر دیکھنے لگی

عرفان نے اُسے تسلی دی

ان میں ایک مارسا ہے اور دوسرے دونوں میرے ساتھی ہیں۔ اور یہ میری طرح قابلِ اعتماد ہیں۔ تم نے جو کچھ کہنا ہے کہہ دو۔ اس کے ساتھ ہی عرفان نے اسے پکڑ کر جولیا کے ساتھ بٹھاتے ہوئے پوچھا

کیا خبر ہے

چندراوتی نے اپنے سرخ اور تراشیدہ ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہنا شروع کیا۔

باس نے تمہیں مارسا کو واپس مندر بھیجنے کو کہا تھا۔ لیکن دو دن گزرنے کے باوجود بھی تم نے مارسا کو مندر نہیں بھیجا۔ باس کے آرڈر پر کچھ لوگ آج ہوٹل میں آئیں گے اور مارسا کو زبردستی اٹھا کر لے جائیں گے۔ بس میں یہی کہنے آئی ہوں۔

میں تمہاری اس اطلاع کا مشکور ہوں۔

عمران پہلی بار مخاطب ہوا

کتنے بجے آئیں گے وہ مارسا کو لینے

شاید دس بجے کے قریب آئیں

عمران نے جولیا سے کہا

جولی! چندراوتی کے لئے کوک اور ساتھ کچھ کھانے کو بھی منگواؤ۔

چندراوتی فوراً بول پڑی اور کھڑی ہو گئی

آپ کا شکریہ! مجھے پہلے ہی دیر ہو رہی ہے

عمران نے اسے پکڑ کر بٹھا دیا۔ اتنی دیر تک جولی فون پر آرڈر دے چکی تھی۔ اس دوران عرفان نے چندراوتی سے پوچھا

یہ ایسا لباس تم کیسے پہن آئی ہو

چندراوتی نے شرماتے ہوئے کہا

میں سیدھی مندر سے نہیں آ رہی۔ شہر میں میری ایک دوست ہے پہلے اس کے ہاں گئی تھی وہاں لباس تبدیل کیا پھر یہاں آئی۔

اتنے میں ایک بیرا اندر آیا اور چندراوتی کے سامنے کوک اور پلیٹ رکھ دی جس میں پیٹیز اور بسکٹ تھے۔ چندراوتی آہستہ آہستہ سپ کرنے لگی اور کبھی کبھی اپنی خوبصورت آنکھیں گھما کر عرفان کو بھی دیکھ لیتی اور مسکرا کر رہ جاتی

کوک ختم کر کے وہ کھڑی ہو گئی

میں اب چلتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی وہ دروازے کی طرف لپکی

عرفان بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔

چلو!

دونوں باہر نکل گئے۔ عمران پہلے کی طرح اپنے کام میں

لگ گیا۔ عرفان چندراوتی کو لے کر ہوٹل سے باہر آیا۔ سڑک پر آ کر اس نے ایک ٹیکسی روکی اور چندراوتی کو بیٹھنے کے لئے کہا اس نے عرفان پر ایک الوداعی نگاہ ڈالی اور جب وہ دروازہ کھول کر سیٹ پر بیٹھی عرفان نے جیب سے پچاس ڈالر نکال کر اس کی طرف بڑھائے

چندراوتی فوراً بول پڑی

ان کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس پیسے ہیں

عرفان نے ڈالر اس کی گود میں پھینک دیئے۔

رکھ لو۔ تمہارے کام آئیں گے۔ ٹیکسی چل دی اور عرفان ہوٹل کی طرف لوٹ گیا

عرفان جب ہوٹل میں داخل ہوا تو اس کے پاس سے گزرتے ہوئے عمران نے آنکھ کے اشارے سے اسے اپنے پیچھے آنے کو کہا۔ کیونکہ اس وقت ڈائننگ ہال گاہکوں سے بھرا ہوا تھا۔ عرفان اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔

دونوں آگے پیچھے استقبالیہ کے پچھلے کمرے میں داخل ہوئے اور ایک ہی صوفے پر بیٹھ گئے۔ عمران نے صرف چند لمحے کچھ سوچا پھر وہ عرفان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

جو لوگ مارسا کو لینے آئیں گے ان سے یہاں الجھنا اچھا نہیں۔ دس بجے سے کچھ دیر پہلے تم سمندر کی طرف چلے جانا۔ اور جب وہ یہاں تمہارا پوچھنے آئیں گے تو میں کہوں گا کہ گراہم اس وقت سمندر کی طرف گیا ہے۔

یقیناً وہ بھی سمندر کی طرف جائیں گے۔ ایسی صورت میں

جوزف اور صفدر کے ساتھ میں بھی ان کے تعاقب میں لگ جاؤں گا۔ اور چاروں سمندر کے کنارے ان سے نمٹ لیں گے۔

عرفان نے اس کی تائید کی

آپ کا پلان درست ہے۔ ہوٹل میں ان سے ٹکرانا اچھا نہیں۔ اس طرح وہ براہِ راست ہوٹل کو اپنی کاروائیوں کا نشانہ بنائیں گے۔ سمندر کا کنارا ان کے لئے یقیناً بہترین قبرستان ثابت ہو گا۔

عمران نے عرفان کی بات کاٹی

ایک بات اور بھی ہے

کہیئے

ایڈنا سے کہہ دو اب وہ مارسا کا میک اپ اتار دے اور دس بجے سے پہلے پہلے تم خود اس کا دوسرا میک اپ کر دو جو قدرے جولی سے ملتا ہو تاکہ ہوٹل میں جولیا کی چھوٹی بہن کی حیثیت سے اس کے ساتھ استقبالیہ پر کام کرتی رہے۔

یہ بھی ٹھیک ہے۔

دونوں اٹھ کر استقبالیہ میں آئے۔ جہاں جولیا اور ایڈنا آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ عرفان نے آکر ایڈنا کا کان پکڑ کر اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

اٹھو

ایڈنا اس کی اس بیباکی پر قدرے بدحواس سی ہو گئی اور اپنا لباس درست کرتے ہوئے دھیمی مگر کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

کیا ہے ؟

پچھلے کمرے میں چل کر اپنا میک اپ صاف کر دیں تھوڑی دیر تک آتا ہوں اور تمہارا دوسرا چہرہ بناتا ہوں۔ ایڈنا چپ چاپ پچھلے کمرے کی طرف چلی گئی۔

عمران نے اپنی انگلی دہری کر کے جولیا کے سر پر ٹھوکا لگاتے ہوئے کہا

دیکھا کس خاموشی سے ایڈنا عرفان کی بات مانتی ہے۔ ایک تم ہو جو مجھ پر یوں چڑھ دوڑتی ہو جس طرح بچوں والی مرغی ٹھونگا مارنے کو دوڑتی ہے۔

جولیا نے اپنے سامنے رکھا ہوا پیپر ویٹ اٹھاتے ہوئے کہا

دماغ تو ٹھیک ہے نا ؟

منہ بسورتے ہوئے عمران نے روہانسی آواز میں کہا

دماغ تم نے کہاں ٹھیک رہنے دیا ہے کبھی کسی کو گھاس ڈالتی ہو اور کبھی دوسرے کے سامنے جو پھینکتی ہو۔ میں تو تنگ آگیا ہوں تمہاری متلون مزاجی سے

جولیا جو اندر سے مسکرا رہی تھی ظاہری سنجیدگی قائم رکھتے ہوئے بولی۔

مار بیٹھوں گی

عمران چلانے لگا

مارو۔ مارو مجھے مرکھنی گائے کی طرح۔ میں بھی تجھے پھونک مار کر اڑا دوں گا۔ سن اے بھنورا صفت خاتون! کل تم تنویر کے ساتھ ہوائی اڈے پر گھومنے کیوں گئی ؟

کاؤنٹر پر کھڑا تنویر استقبالیہ میں عمران اور جولیا کی

طرف کچھ اس انداز سے دیکھ رہا تھا جیسے ——— جیسے بھوکا لومڑ شیر کو
اپنا شکار کھاتے ہوئے بے بسی اور مجبوری سے دیکھتا ہے۔
جولیا تن کر کھڑی ہوگئی اور تیز آواز میں پوچھا
کون کہتا ہے میں تنویر کے گھومنے گئی تھی
عمران نے عرفان کو بیچ میں گھسیٹ لیا اور اس کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے کہا
مجھے عرفان نے بتایا تھا
جولیا عرفان کی طرف مڑی
عرفان بھائی! کب دیکھا آپ نے مجھے تنویر کے ساتھ؟
عرفان نے مسکین بلی بن کر کہا
تنویر ہی مجھے کہہ رہا تھا
جولیا نے زور سے زمین پر پاؤں مارا
وہ بکواس کرتا ہے
عمران نے دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف اٹھاتے
ہوئے کہا
اللہ کرے تمہارے کاغذوں میں وہ ہمیشہ بکواس ہی کرتا رہے
جولیا ہنس دینے والی تھی مگر ضبط کر گئی۔ اور پھر اس سے
قبل کہ وہ کوئی جواب دیتی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے ریسیور
اٹھایا اور مترنم آواز میں بولی۔
ہیلو! موان ریز ہوٹل!
جی ہے۔ اس نے ریسیور عرفان کی طرف بڑھا دیا۔ آپ کا فون ہے

عرفان نے ریسیور سنبھالتے ہوئے کہا
ہیلو!
دوسری طرف سے مندر کے پروہت کی بھاری آواز سنائی دی
گراہم ہے؟
یس سر!
مارسا کہاں ہے۔ بے وقوف! تم نے کیوں ابھی تک اسے مندر نہیں
بھیجا۔ میں نے ہوٹل میں اپنے آدمی بھیج دیئے ہیں جو تم دونوں کو
اٹھا کر لائیں گے۔
کانپتی ہوئی آواز میں عرفان نے کہا
مارسا کو تو میں نے اسی روز ہی مندر بھجوا دیا تھا سر!
پروہت غصے میں چیخا!
مگر وہ یہاں تو نہیں پہنچی!
پھر وہ بھاگ گئی ہوگی سر! کیونکہ اس کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا
تھا کہ وہ مندر میں واپس نہ جانا چاہتی تھی
پروہت زور سے دھاڑا
کہاں بھاگ گئی؟
عرفان بالکل ہی عاجز بن گیا
آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں
پروہت نے دانت پیستے ہوئے کہا
تمہیں بھی اب فکس کرنا پڑے گا
پروہت نے ریسیور پٹخ دیا تھا۔ عرفان نے بھی فون بند

کر دیا۔ عمران نے مطمئن انداز میں کہا
تم نے ٹھیک جواب دیا۔ بہر حال اب تیار رہو۔ وہ اپنے آد
ضرور بھجوائے گا۔ جلدی جلدی جا کر ایڈنا کا میک اپ کرو۔
عرفان جا کر ایڈنا کا میک اپ کرنے لگا اور عمران ڈائننگ روم میں
آکر اپنے کام میں لگ گیا۔

شہر کے ٹاور ہاؤس نے جب رات کے دس
بجائے چھ غیر ملکی ہٹے کٹے آدمی مون ریز ہوٹل میں داخل ہوئے۔
ڈائننگ ہال میں ایک میز کو صاف کرتے ہوئے عمران انہیں بڑی گہری
نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ استقبالیہ پر بیٹھی جولیا اور ایڈنا چونک
گئی تھیں۔ کاؤنٹر پر بیٹھے جوزف اور تنویر، منیجر کے کمرے میں بیٹھا صفدر
اور کلنگ روم میں مصروف خاور سبھی ان پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔
وہ سب استقبالیہ میں آکر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے
ایک آگے بڑھا۔ جولیا اور ایڈنا کے قریب ہو کر رکا۔ پھر قدرے سخت
آواز میں پوچھا
مجھے گراہم سے ملنا ہے۔

جولیا نے بڑی شائستگی سے کہا
وہ تو اپنے معمول کے مطابق دعا مانگنے ساحل سمندر کی طرف گیا ہے
کیا مارسا بھی اس کے ساتھ ہے ؟
نہیں وہ یہاں سے جا چکی ہے
اس نے چونک کر پوچھا
کہاں جا چکی ہے
گراہم نے اسے مندر واپس بھیجا تھا۔ پر سنا ہے وہ مندر
میں نہیں گئی۔ گراہم آج خیال ظاہر کر رہا تھا کہ شاید مارسا کہیں بھاگ
گئی ہے۔ کیونکہ وہ مندر جانے پر رضامند نہ تھی
وہ غصے میں زیادہ تلخ ہو کر دھاڑا
اگر یہ جھوٹ ہوا تو پھر
جولیا جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ان اجنبیوں کے
پیچھے سے ایک گھمبیر مگر چنگھاڑتی ہوئی آواز آئی
اس کے جھوٹ اور سچ ہونے سے ہمیں کوئی تعلق نہیں
مارسا اس ہوٹل میں ملازم تھی۔ اگر وہ کہیں بھاگ گئی ہے تو ہم اس کے
ذمہ دار نہیں۔ کیونکہ ہوٹل کی انتظامیہ اپنے ملازموں کے ذاتی کاموں
میں دخل انداز نہیں کرتی۔ ان سب نے جب مڑ کر اپنے پیچھے دیکھا تو
جوزف بڑے وقار کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا ان سے مخاطب تھا۔
اس سے چند ہی قدم دور عمران کھڑا انہیں ایسی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا
جیسے جنگل کا کوئی درندہ اپنے شکار کی طرف قہر آلود نگاہوں سے
دیکھتا ہے۔

جو آدمی جولیا سے مخاطب ہوا تھا۔ استقبالیہ سے پیچھے
ہٹا۔ وہ کسے ہوئے دوہرے جسم کا مالک تھا اور خوب تنومند تھا۔ چ
قدم پیچھے ہٹ کر وہ جوزف کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اپنی بھیڑیا نما آنکھ
جوزف کے چہرے پر گاڑتے ہوئے پوچھا

تم کون ہو؟

جوزف کی آواز میں بھی درندگی سی آ گئی تھی

میں اس ہوٹل کا ایک کارکن ہوں۔ تم اگر مارسا کے متعلق کچھ جاننا چاہتے
ہو تو وہ گراہم ہی تمہیں بتا سکتا ہے۔ جاؤ وہ اس وقت ساحل سمند
پر ہو گا۔ تم وہیں جا کر اس سے بات کر لو۔

ان میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ سب واپس مڑے
اور ہوٹل سے نکل گئے۔

عمران اپنی جگہ سے ہٹ کر ایک کمرے میں گیا۔ جلدی جلدی
لباس بدل کر باہر آیا۔ آنکھ سے جوزف کو اشارہ کیا اور پھر وہ دونوں
بھی ہوٹل سے نکلے اور ان کے تعاقب میں لگ گئے۔ صرف چند سیکنڈ
بعد مینجر کے کمرے سے صفدر نکلا۔ ایک بار ہوٹل کا جائزہ لیا۔ پھر وہ
بھی عمارت سے باہر نکلا اور ان کے تعاقب میں چل نکلا۔

عرفان سمندر کے کنارے دعا مانگنے کے بعد جونہی پیچھے
مڑا۔ اس نے دیکھا چھ وحشی سے انسان اس کے سامنے کھڑے تھے
عرفان وہیں جما رہا اور غور سے ان کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ
حرکت میں آئے اور عرفان کے ارد گرد پھیل گئے۔ اسی لمحہ عمران،
جوزف اور صفدر بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ وہ ایک چٹان کی اوٹ

ں ہو گئے تھے۔ اپنے پستول انہوں نے نکال لئے تھے۔ اور
پر سائلنسر چڑھانے کے بعد ان کا رخ عرفان کو گھیرنے والوں
طرف کر کے وہ چوکنے ہو گئے تھے۔

عرفان اپنی بیساکھیوں کے سہارے چند قدم آگے بڑھا
قدرے تلخ اور چنگھاڑتی ہوئی آواز میں اس نے پوچھا

کون ہو تم؟ اور مجھے کیوں گھیر رہے ہو؟

ان میں سے ایک عرفان کے سامنے آتے ہوئے بولا۔

ان نہ ہو گراہم! تم سب کچھ جانتے ہو ہمیں پہچاننے کی کوشش کرو۔
ہیں پروہت نے بھیجا ہے۔ بتاؤ مارسا کہاں ہے۔

عرفان نے اس بار بڑی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا

کچھ علم نہیں میں نے اسے اسی روز ہی مندر بھیج دیا تھا جس روز
ہت کی طرف سے مجھے حکم ملا تھا

وہ ہاتھی کی طرح چنگھاڑ گیا

ھوٹ ہے۔ بکواس ہے۔ تم نے اسے کہیں چھپا رکھا ہے۔ کیونکہ
س سے محبت کرنے لگے تھے۔ یاد رکھو وہ مندر کی پجارن ہے
اسے ہر حال میں مندر میں آنا ہو گا۔ بتاؤ وہ کہاں ہے اس وقت
یاد رکھو مار مار کر چمڑی ادھیڑ دیں گے تمہاری۔

عرفان چند قدم اور آگے بڑھا۔ بیساکھیوں کو اپنی بغلوں
اچھی طرح درست کیا پھر وہ بھوکے درندے کی طرح دھاڑا۔

ہوش میں رہو۔ تم گراہم سے مخاطب ہو۔ اور گراہم ایسی فضول
تلخ باتیں سننے کا عادی نہیں۔

ان میں سے ایک نے جو چند قدم آگے بڑھا تھا۔ ایک
طویل قہقہہ لگایا۔ پھر اس نے طنزاً کاٹ کھانے والی آواز میں
کہا۔
تم؟ — تم اپاہج اور لنگڑے ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہو۔ آج ہم تمہیں
اٹھا کر پروہت کے پاس لے کر چلیں گے
عرفان اور زیادہ تلخ ہو گیا اور بولا
تم صرف چھ ہو۔ چھ اور آ جاؤ۔ پھر بھی مجھے اٹھا کر نہ لے جا سکو [illegible]
واپس لوٹ جاؤ۔ میں خود ہی پروہت کے پاس چلا جاؤں گا۔ اگر تم
نے ضد سے کام لیا تو سب نقصان اٹھاؤ گے
ان میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموشی سے
وہ آگے بڑھنا شروع ہوئے اور عرفان کے گرد دائرہ تنگ کرنے
لگے۔ عرفان نے بغلوں کے نیچے اپنی بیساکھیوں کو ڈھیلا کیا۔ اور
بیساکھیوں پر جس جگہ اس کے ہاتھ تھے وہاں اس نے دونوں بیساکھ [illegible]
پر لگے ہوئے چھوٹے سے لوہے کے ہینڈلوں کو ایک جھٹکے کے سا [illegible]
نیچے دبایا اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ایک پاؤں اٹھا لیا۔ اور
دوسرے پاؤں پر وہ تیزی سے گول چکر میں گھوم گیا۔ ہینڈل دبتے
ہی بیساکھیوں کی وہ لمبی لمبی دستیاں جو عرفان کی بغلوں تلے تھیں
اور جن کے دونوں جانب سوراخ تھے ان میں گولیوں کی بوچھاڑ ہو [illegible]
اور وہ چھ کے چھ گولیوں سے چھلنی کی طرح چھید کر رہ گئے۔
جوزف اور صفدر بھاگتے ہوئے چٹانوں کی اوٹ سے
نکلے تھے۔ اور انہوں نے ساری لاشیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دی [illegible]

[illegible] عرفان آگے بڑھا اور اس چٹان کے پاس آ کر رک گیا۔ جہاں
[illegible] کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر تک جوزف اور صفدر بھی وہاں آ گئے۔
[illegible] نے عرفان سے کہا۔
[illegible] بیساکھیاں صفدر کو دے دو۔ اپنا میک اپ تبدیل کر لو اور
[illegible] ساتھ آؤ۔ عرفان نے بیساکھیاں صفدر کو تھما دیں۔ چہرے سے
[illegible] اپ کی جھلی اتار لی اور عمران کے ساتھ ہو لیا۔ جوزف اور صفدر
[illegible] ان کے پیچھے چلنے لگے۔
اس گنبد نما چٹان کے پاس آ کر عمران رک گیا جس کے اندر
[illegible] روزہ پجاری گھس کر غائب ہو گئے تھے۔ کافی دیر تک عمران ان
[illegible] وں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس سیاہ پتھر پر اس کی نگاہیں جم
[illegible] رہ گئیں جو چٹان کے دوسرے حصے کی نسبت باہر ابھرا ہوا تھا۔
[illegible] ان نے جونہی اس سیاہ پتھر کو زور سے اندر کی طرف دبایا۔
[illegible] ان کے اندر کا حصہ پھٹ گیا۔ اور وہاں ایک چھوٹی سی گزرگاہ
[illegible] گئی تھی۔
عمران پھر بولا۔
[illegible] زف اور صفدر! تم دونوں یہیں رک کر اپنے چاروں طرف نگاہ
[illegible] و۔ میں اور عرفان اندر جاتے ہیں۔ عمران اور عرفان جب اس
[illegible] میں داخل ہوئے تو ان کے پیچھے پتھر خود بخود اپنی پہلی حالت پر
[illegible] یا اور راستہ بند ہو گیا۔ عمران نے اس غار نما راستے کے اندرونی
[illegible] کا جائزہ لیا۔ وہاں بھی ویسا ہی ایک سیاہ پتھر تھا۔ عمران نے
[illegible] کو جب اندر دبایا تو دروازہ پھر کھل گیا۔ عمران نے پتھر کو ایک بار

زور سے دبایا تو راستہ دوبارہ بند ہوگیا۔

دونوں کچھ دیر تک وہاں کھڑے رہے اور جب ان کی آنکھیں اندھیرے سے مانوس ہوگئیں تو دونوں آہستہ آہستہ غار کی دیوار کے ساتھ چپکتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ پندرہ منٹ تک وہ چلتے رہے ہوں گے کہ غار نما وہ راستہ ایک کمرے میں جا داخل ہوا تھا جس کے اندر دو بن مانس نما پجاری کھڑے پہرہ دے رہے تھے وہ کمرہ ایک طرح سے اس راستے میں ایک چیک پوسٹ تھی کیوں کہ کمرہ سے آگے وہ راستہ پھر اپنی پہلی شکل اختیار کر گیا تھا۔

عمران نے عرفان کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے اپنے قریب کیا۔ پھر وہ اپنا منہ آگے لے گیا اور عرفان کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ دونوں علیحدہ ہو گئے۔ عمران کمرے کی دائیں دیوار اور عرفان بائیں دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔

کمرے کی دیوار کے وسط میں آکر عمران ہلکے سے کھانسا۔

دونوں پجاری چونکنے ہوگئے اور ایک نے غرا کر پوچھا۔

کون ہو تم ؟

نخیف نسوانی آواز میں عرفان نے جواب دیا۔

خود ہی ہوں

پجاری پھر چنگاڑا

خود کون ؟

عرفان خاموش رہا۔ دونوں پجاری غصے میں عرفان کی طرف بڑھے۔ اسی لمحہ اچانک اور دفعتاً ان کے پیچھے سے عمران حملہ آور ہوا۔ اس نے ایک پجاری کی گردن پر اس زور سے کراٹے کا ہاتھ مارا تھا کہ وہ پجاری بری طرح کراہا اور لڑھکنیاں لیتا ہوا ہوا بری طرح فرش پر گر گیا۔

جونہی دوسرا پلیٹ کر اپنے ساتھی کی مدد کرنے لگا کسی جنگلی درندے کی طرح عرفان نے اس پر چھلانگ لگا دی تھی۔ اسے اپنے نیچے دبوچ کر عرفان نے اس کے پیٹ میں اپنے فولادی گھٹنے کی دو ضربیں لگائیں اور اسے نڈھال کر کے رکھ دیا۔

عمران دوبارہ اپنے شکار کی طرف لپکا تھا۔ گردن پر کراٹے کا وار کھانے کے بعد وہ پجاری سنبھل ہی رہا تھا کہ عمران پھر اس کے سر پر جا سوار ہوا۔ اپنے ہاتھ کو خوب اکڑا کر اسے پجاری کے شانے کے پٹھے پر مارا۔ پجاری بری طرح کراہنے لگا۔

عرفان نے جلدی جلدی اپنی جیب سے ایک لائٹر نکالا۔ اور جب اس نے اسے جلایا تو اس میں سے گہری دھواں نما گیس نکلی۔ عرفان لائٹر باری باری ان دونوں کے ناک کے پاس لے گیا اور وہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔ جلدی جلدی انہوں نے دونوں کے ہاتھ پشت پر باندھنے کے بعد منہ پر ٹیپ لگا دی۔ انہیں گھسیٹ کر ایک کونے میں ڈال دیا۔ اور پہلے کی طرح پھر دونوں آگے بڑھنے لگے۔

تھوڑی دور ہی وہ آگے بڑھے ہوں گے انہوں نے

دیکھا کہ زمین دوز اس راستے کی پتھر کی دیواروں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور اب راستے کے دونوں جانب سفید، شفاف اور چمکدار شیشے کی دیواریں شروع ہو گئیں تھیں۔ دونوں وہاں کھڑے ہو گئے عمران شیشے کی دیوار پر تھوڑی دیر تک ہاتھ پھیرتا رہا۔ پھر عرفان سے اس نے پوچھا۔

شیشے کی اس دیوار میں کوئی خاص بات محسوس کی تم نے ؟

عرفان نے بھی شیشے کی دیوار پر ہاتھ پھیرا پھر سوالیہ انداز میں عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

عمران نے پھر پوچھا

کیا محسوس کیا تم نے ؟

شیشے کی یہ دیواریں بلٹ پروف ہیں

تمہارا اندازہ درست ہے۔

شیشے کی دیواروں کے ساتھ ساتھ وہ کچھ دور آگے گئے ہوں گے کہ دونوں چونک کر پھر ایک جگہ رک گئے۔ دونوں دیوارں کے دوسری طرف ایک ایک بن مانس دکھائی دیا تھا۔ اور دونوں بن مانس شیشے کی دیوار کے اس طرف عمران اور عرفان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے

عمران اور عرفان ان دونوں بن مانسوں کی پرواہ کئے بغیر بے محابا آگے بڑھتے رہے حتیٰ کہ شیشے کی دیواروں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب ان کے سامنے ایک بڑا ہال تھا جس کے چاروں طرف کئی کمرے تھے۔ جن کے دروازے لوہے کی موٹی موٹی سلاخوں کے تھے۔

دونوں ان کمروں کا جائزہ لینے لگے۔ ایک کمرہ جو قدرے دوسروں کی نسبت بڑا تھا۔ اس کے اندر دس کے قریب نر مادہ بن مانس تھے جس کے اندر کئی چھوٹے چھوٹے انسانی بچے تھے جو بالکل برہنہ اور جن کے اطوار بالکل ان بن مانسوں جیسے تھے۔ شاید یہ وہی کمرہ تھا جس کے اندر مندر کے محافظ پجاریوں کی پرورش ہوتی تھی۔ کمرے کے اندر جگہ جگہ کچے گوشت کے ڈھیر پڑے تھے اور چاروں کونوں میں پانی کے حوض بنے ہوئے تھے۔

کچھ دیر اس کمرے کا جائزہ لینے کے بعد وہ آگے بڑھے۔ چند کمروں میں چاندی کی طرح چمکتی ہوئی یورنیم پڑی تھی جس کا کچھ حصہ نمک آلود ہوا کے باعث زرد ہو چکا تھا۔ یہ وہی یورنیم کا اسٹاک تھا جسے ایک غیر ملکی جہاز ان کے ملک کے لئے لے جا رہا تھا اور جسے اغوا کر لیا گیا تھا۔

یورنیم کا اسٹاک دیکھتے دیکھتے اچانک دونوں ایکدم اچھل کر پیچھے ہٹ گئے تھے جیسے انہوں نے کوئی انہونا قدم اٹھا لیا ہو۔ کمرے کے اندر کھڑکھڑ کی آواز آئی تھی اور جب انہوں نے پلٹ کر دیکھا ایک دیو قامت بن مانس بڑے غصے کی حالت میں ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ ان دونوں میں سے ایک تھا جو شیشے کی دیوار کے اس طرف ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہے تھے۔

عمران اور عرفان دونوں مستعد کھڑے ہو گئے تھے۔

بن مانس نے آتے ہی جب عمران کے کندھے پر ایک بھرپور ہاتھ مارنا چاہا۔ عمران نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر قبل اس کے کہ

جو کمرے میں آ کر ختم ہوا تھا اور کمرے کی دیوار کا ایک حصہ بن گیا
تھا۔ اس کے پیچھے ایک آدمی کھڑا بڑے غور سے ان کی طرف دیکھ
رہا تھا۔ وہ ہلکے ہلکے مسکرا رہا تھا شاید ان دونوں کی بے بسی پر۔ وہ
پجاری نہیں تھا۔ عام سا مگر غیر ملکی تھا۔

عمران اور عرفان نے آپس میں کوئی مشورہ کیا۔ دونوں
پجاری اب ان کے بالکل قریب آ گئے تھے۔ عمران اور عرفان نے اپنی
اپنی جیبوں سے ایک ایک دس پیسے جیسا سکہ نکالا اور پھر وہ ہوا
کے اندر اچھلنے کودنے لگے، پجاری ایک جگہ کھڑے ہو کر انہیں غور
سے دیکھنے لگے تھے۔ شاید انہوں نے جانا تھا کہ وہ دونوں حملہ آور
ہونے لگے ہیں۔ اس لئے وہ دونوں رک گئے تھے اور اپنے ہتھیار
اپنے سامنے لہراتے ہوئے چوبند ہو گئے تھے۔

ہوا کے اندر اچھلتے کودتے ہی عمران اور عرفان
نے ان سکوں کے وندانے اندر کی طرف دبائے پھر ان دونوں کی
نظریں بچا کر انہوں نے پلاسٹک کے وہ سکے ان دونوں پجاریوں
پیچھے پھینک دیئے۔ ہال میں ایک دھماکہ ہوا۔ دونوں پجاری چونک
اٹھے اور مڑ کر پیچھے دیکھنے لگے۔

عمران اور عرفان درندوں کی طرح اچھلتے ہوئے حملہ آور
ہوئے تھے۔ پلک جھپکنے میں ہی ان دونوں سے انہوں نے ہتھیار
چھین کر دور پھینک دیئے تھے اور ان پر مکوں کی بوچھاڑ کر دی
تھی۔ دونوں پجاریوں نے ان کے سامنے جمنے کی پوری کوشش
کی لیکن بری طرح ناکام رہے تھے۔ کیونکہ عمران اور عرفان نے

ان کے پیٹھوں، پیٹ اور کن پٹیوں پر ایسی ضربیں لگائی تھیں کہ
ان پر نیم بے ہوشی اور درماندگی طاری ہو گئی تھی اور وہ دونوں
فرش پر گر کر ہانپنے لگے تھے۔

شیشے کے پیچھے کھڑا وہ غیر ملکی جو بڑے غور سے
ان کی طرف دیکھ رہا تھا اب حرکت میں آیا اور جونہی اس نے
پیچھے ہٹتے ہوئے ایک سرخ بٹن دبایا۔ مندر کے اندر دور دور
تک تیز آواز کے خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں تھیں۔

عمران اور عرفان ان گھنٹیوں کی آواز پر چونک
اٹھے تھے۔ دونوں نے پھر کوئی مشورہ کیا اور ہال کے اندر عمران
کی سرگوشی سنائی دی۔ وہ عرفان سے مخاطب ہوا تھا۔

دھوئیں کی آڑ لے کر یہاں سے بھاگنے کی کوشش کریں۔ ورنہ
ایسے پھنسیں گے کہ یہاں سے جان چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔

دونوں نے اپنے اپنے تھیلوں سے پلاسٹک کے
سکہ نما دھوئیں کے بم نکالے اور انہیں ہال کمرے میں پھینک دیا۔
ہال کے اندر لگا تار کئی تیز دھماکے ہوئے تھے اور دھوئیں کے
گہرے بادل چاروں طرف پھیلنا شروع ہو گئے۔ عمران اور عرفان
دونوں نے اپنے اپنے تھیلوں سے ننھے ننھے آکسیجن پروڈائٹر
نکال کر اپنے ناک پر چڑھا لئے تھے۔

ہال کے اندر اب گہرا دھواں پھیل گیا تھا۔ اور
اردگرد کی کوئی چیز نزدیک ہونے کے باوجود دکھائی نہ دیتی تھی۔
عمران نے دھوئیں کے اندر جلدی جلدی اپنے ٹرانسمیٹر پر کسی کی

فریکونسی ملائی۔"
تھوڑی دیر بعد مدھم سی ایک آواز گونجی۔
جوزف! ہیلو جوزف سپیکنگ!
عمران سرگوشی کے انداز میں بولا۔
کالئے! صفدر کو ساتھ لے کر فوراً ہوٹل واپس چلے جاؤ۔ ورنہ دونوں
پکڑے اور مارے جاؤ گے۔ بہت جلد کچھ لوگ تمہارے پیچھے لگ
جائیں گے۔
جوزف کی فکرمند سی آواز سنائی دی
تم اس وقت کہاں سے بول رہے باس!
عمران نے قدرے غصے میں کہا۔
تم میری لوکیشن کو چھوڑو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ جو کچھ میں نے کہا
ہے فوراً اس پر عمل کرو۔
جوزف کی آواز پھر سنائی دی
بس میں صفدر کو لے کر واپس ہوٹل کی طرف جا رہا ہوں۔ اس کے ساتھ
ہی جوزف نے عمران سے رابطہ ختم کر دیا تھا۔
عمران اور عرفان دونوں نے ان بیچاریوں کے اسٹیل
کے ہتھیار اٹھائے اور ان کی مدد سے انہوں نے شیشے کی دیوار
توڑ دی۔ ہال کمرے سے نکل کر اب وہ ساتھ والے کمرے میں آئے
اور وہاں بھی دھواں پیدا کرنے والے سکے پھینک دیئے۔
اب ان کے ارد گرد لوگوں کے بھاگنے کی آوازیں
سنائی دے رہی تھیں لیکن دھواں گہرا ہونے کے باعث کچھ

دکھائی نہ دیتا تھا۔ ہال کمرے کے اندر گولیاں چلنے کی آوازیں بھی
سنائی دی تھیں، جیسے کسی نے اندھا دھند سٹین گن کا برسٹ
مارا ہو۔
عمران اور عرفان جس نئے کمرے میں داخل ہوئے تھے
اس کا انہوں نے جائزہ لیا۔ وہاں سے ایک راہداری شمال مغرب
کی طرف جاتی تھی اور وہ اپنے آگے آگے دھواں پیدا کرتے ہوئے
بڑی تیزی سے اس راستے پر چلنے لگے۔ جوں جوں وہ آگے جا رہے
تھے لوگوں کا شور اور بھاگنے دوڑنے کی آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں۔
ایک جگہ آ کر راہ داری ختم ہو گئی۔ اب ان کے سامنے
سیڑھیاں تھیں جو اوپر چڑھتی تھیں۔ وہ سیڑھیاں چاروں طرف
سے بند تھیں اور اندر گہری تاریکی تھی۔ وہ ابھی دس بارہ سیڑھیاں
ہی اوپر چڑھے ہوں گے کہ چونک پڑے اور دونوں دبک کر ایک
کونے میں بیٹھ گئے۔ سیڑھیوں کی مخالف سمت کوئی دروازہ کھلا اور
کچھ سیڑھیاں اتر کر ان کی طرف آنے لگے تھے
جونہی مخالف سمت کا دروازہ کھلا تھا۔ عمران نے دھواں
پیدا کرنے والے چند سکے اس دروازے سے باہر پھینک دیئے تھے۔
وہاں بھی تیز دھماکے ہوئے اور چاروں طرف دھواں پھیل گیا۔
جو لوگ وہ دروازہ کھلنے پر دکھائی دیئے تھے۔ ان میں کچھ تو شور
کرتے ہوئے واپس بھاگ گئے اور کچھ اپنی پھولی ہوئی سانسوں
کے ساتھ افراتفری کے عالم میں ان کے پاس سے سیڑھیاں
اترتے ہوئے آگے نکل گئے۔ دھوئیں کے باعث فرش پر گر کر

بے ہوش ہو گئے تھے۔

عمران اور عرفان اپنی جگہ سے اُٹھے اور سیڑھیاں
چڑھ کر دروازے کے ذریعے باہر آ گئے۔ اب وہ ایک نئے کمرے
کے اندر تھے جس کے اندر پوری طرح دھواں بھرا ہوا تھا۔ انہوں
نے جب کمرے کو غور سے دیکھا تو وہ وہی کمرہ تھا جس کے اندر
گنیش دیوتا کا بہت بڑا پیتل کا بُت رکھا ہوا تھا۔ اور جن سیڑھیوں
سے وہ اس کمرے میں داخل ہوئے تھے وہ پیتل کے بُت میں ہو کر
اوپر آتی تھیں۔ دونوں بُت کو ٹٹول کر دیکھنے لگے۔ پیتل کے بُت
کی پشت پر ایک دروازہ تھا جو سیڑھیوں اور کمروں کو ملاتا تھا اور
اسی کمرے سے وہ باہر نکلے۔

عمران نے اس کمرے کی اوپر کی بالکونیوں پر چند
دھوئیں والے سلے پھینکے۔ پھر وہ اس کمرے سے بھی نکل پڑے
عمارت کے اوپر کا حصہ بالکل سنسان پڑا تھا اور ہر طرف گہری
تاریکی تھی۔ دونوں اندھیرے کی آڑ میں مندر کی عمارت سے نکلے۔
اور قبرستان کے ساتھ ساتھ ہوتے ہوئے وہ ملحقہ درختوں میں
گھس گئے۔ اب ان کی رفتار پہلے سے تیز تھی۔ اور ان کا رخ اپنے
ہوٹل کی طرف تھا۔

اسلم راہی کا عمران سیریز میں آئندہ ناول

"ایکسٹو کا قتل"

★

ایڈنا استقبالیہ سے بھاگتی ہوئی نکلی اور
کاؤنٹر کی طرف بڑھی۔ جہاں عرفان اور جوزف بیٹھے تھے۔ ڈرائنگ
روم میں گھومتا ہوا عمران چونک اٹھا اور گہری نگاہوں سے ایڈنا
کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ ایڈنا بھاگتی کاؤنٹر پر آئی اور عرفان سے
مخاطب ہوئی۔

تمہارا فون ہے عرفان!

عرفان بیساکھیوں کے سہارے کھڑا ہو گیا اور ایڈنا سے
سرگوشی کی

کون ہے

ایڈنا نے بڑی رازداری سے کہا

وہی تمہارا مندر کا پروہت ہے

عرفان ایڈنا کے ساتھ استقبالیہ میں آیا اور ریسیور
اٹھاتے ہوئے بولا۔

ہیلو!

دوسری طرف سے پروہت کی سخت آواز سنائی دی

گراہم ہے؟

عرفان نے بڑی عاجزی سے کہا

یس سر!

تم آج کئی روز سے مندر نہیں آئے۔ نہ ہی تم نے اپنے
کام کی کوئی پروگریس رپورٹ کرائی ہے۔ جانتے ہو پچھلی رات مندر
کے اندر ایک بہت بڑا ہنگامہ رونما ہو چکا ہے۔ دو جوان جن
کا تعلق یقیناً ہمارے دشمن سے ہوگا۔ مندر میں گھس آئے۔ وہ
شاید کسی اہم مشن پر آئے تھے۔ یہاں کے ہر فرد نے انہیں پکڑنے
کی بھرپور کوشش کی مگر وہ دونوں بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے
کیا تمہیں اس واقعہ کا علم ہے؟

نہیں سر!

پروہت بری طرح دھاڑا

تو پھر تم مندر کے کیسے جاسوس ہو۔ تمہارے اطوار سے پتہ چلتا ہے
کہ تم باغی ہوتے جا رہے ہو اور تم جانتے ہو میں باغیوں سے کیسا
سلوک کرتا ہوں۔ اگر تم اپنے فرائض ادا کرنے میں ناکام رہے تو یاد
رکھو میں تمہیں بوری میں بند کر کے سمندر میں پھینکوا دوں گا۔

ایڈنا اور جولیا عجیب طرح سے عرفان کی طرف دیکھ
رہی تھیں۔ اسی لمحہ عمران بھی ان کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ عرفان
نے بڑی بے بسی سے جواب دیا

میں پچھلے دو دن سے بیمار ہوں۔ اس لئے آپ سے مل نہ سکا نہ ہی
کوئی رابطہ قائم کر سکا۔

پروہت اس بار نرم ہو کر بولا۔

چلو تمہارا یہ بہانہ مان لیا۔ پر تم نے مارسا کا پتہ کیا؟

مجھے افسوس ہے سر! میں ابھی تک اسے ڈھونڈ نہیں سکا۔

تم فکر نہ کرو وہ ابھی تک یہیں کہیں ہے۔ اس جزیرے سے باہر نہیں
گئی۔ میں نے ایئرپورٹ بندرگاہ اور دوسری تمام اہم جگہوں پر اپنے
آدمی مقرر کر دیئے ہیں۔ وہ اسے بھاگنے نہیں دیں گے اور اس
جزیرے میں رہتے ہوئے وہ ہم سے زیادہ دیر تک چھپی نہ رہ سکے
گی۔ تم اب ایسا کرو ابھی اور اسی وقت۔ ہیڈلے سٹریٹ میں
سمرسٹون ہوٹل میں جاؤ اور وہاں بیٹھ کر انتظار کرو۔ چیف کے آدمی
وہاں آئیں گے اور وہ تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ کسی بے حد
اہم موضوع پر چیف تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔

میں ابھی جاتا ہوں سر!

ہاں جاؤ اور آئندہ اپنے اطوار کو درست رکھو۔

ٹھیک ہے سر! عرفان نے ریسیور رکھ دیا

جونہی وہ واپس مڑا عمران نے پوچھا

کیا کہتا ہے؟

سمرسٹون ہوٹل میں رپورٹ کرنے کو کہتا ہے

کیوں؟

چیف نے بلایا ہے

کتنے بجے؟

فوراً

تو پھر جاؤ۔ جوزف اور صفدر تمہارے پیچھے ہوں گے۔ اپنا

بیگ ساتھ لے کر اور پوری تیاری کر کے جانا۔ عمران باہر نکل گیا۔ پہلے وہ مینیجر کے کمرے میں صفدر کے پاس گیا۔ پھر کاؤنٹر پر کھڑے جوزف کو کچھ سمجھایا اور اس کے بعد سیڑھیاں چڑھ کر وہ اپنے خفیہ کمرے میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد عرفان تیار ہو کر ہوٹل سے نکلا اور اپنی بیساکھیاں ٹیکتا ہوا سڑک پر آ کھڑا ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے جوزف اور صفدر بھی ہوٹل سے نکل پڑے تھے۔

عرفان نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں روانہ ہو گیا۔ اسی لمحہ جوزف اور صفدر نے ایک اور ٹیکسی انگیج کی اور عرفان کے پیچھے ہو لئے۔

تھوڑی ہی دیر بعد عمران ہوٹل کی سیڑھیاں اترا۔ وہ اس وقت میک اپ میں تھا۔ اور لورین دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں اپنا بیگ تھا۔ کاؤنٹر پر آ کر اس نے تنویر کو کچھ سمجھایا۔ کچن میں کام کرتے خاور کو آنکھ ماری اور ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف لپکا۔ جب وہ استقبالیہ کے پاس سے گزرنے لگا تو استقبالیہ کے فون پر تیز گھنٹی بج اٹھی۔

عمران کے قدم رک گئے اور وہ آگے نکلنے کی بجائے استقبالیہ میں داخل ہوا۔ توجولیا فون پر کسی سے کہہ رہی تھی۔

ذرا ٹھہرو میں دیکھتی ہوں۔ اور اس نے رسیور میز پر رکھ دیا۔

عمران نے سر کے اشارے سے پوچھا۔ کون ہے۔ توجولیا نے سرگوشی سے کہا۔

کوئی لڑکی ہے اور گراہم کا پوچھتی ہے۔

عمران نے آگے بڑھ کر رسیور اٹھایا اور دھیمی آواز میں بولا

کون ہے؟

دوسری طرف سے آواز آئی۔

میں چندراوتی ہوں؟

کہو! میں گراہم کا دوست بول رہا ہوں۔ اگر کوئی پیغام دینا ہو تو دے دو۔

نہیں میں پیغام نہیں دے سکتی۔ میں گراہم سے بڑے اہم موضوع پر بات کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس وقت کہاں ہے؟

ذرا باہر گیا ہے

کیا آپ اسے بلا سکتے ہیں

بلا سکتا ہوں پر ذرا وقت لگے گا۔

پھر میرا ایک کام کریں

کیا؟

اسے بلا کر کہیں کہ وہ مجھے جتنی جلدی ہو سکے بندرگاہ کے [illegible] ہوٹل میں ملے۔ یہ بے حد اہم اور ضروری مسئلہ ہے

میں ابھی اسے بلا کر بھیجتا ہوں۔ تم اسی ہوٹل میں ٹھہر کر اس کا انتظار کرو۔

ذرا جلدی بھیجنا۔

تم بے فکر رہو۔

عمران نے رسیور رکھ دیا اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ سڑک کے ایک طرف درختوں کے سائے میں کھڑے ہو کر اس نے واچ ٹرانسمیٹر

پرکسی سے فریکوئنسی ملانی شروع کر دی اور بار بار کسی کو شاک دینے لگا۔

عرفان اس وقت ٹیکسی میں جا رہا تھا۔ جس وقت اسے عمران کی طرف سے اپنے بازو پر شاک ہوا۔ اس نے واچ ٹرانسمیٹر کو دیکھا۔ ریڈ ٹائیگر کی فریکوئنسی پر واچ ٹرانسمیٹر کی لائٹ جل بجھ رہی تھی۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو ٹیکسی اور تیز کرنے کو کہا۔

ٹیکسی جب سمرسٹون ہوٹل کے سامنے رکنے لگی تو عرفان نے ٹیکسی ڈرائیور کو ذرا آگے چلنے کو کہا۔ سڑک کے کنارے وہ ایسی جگہ اتر گیا۔ جہاں کچھ درخت تھے۔ اس نے کرایہ ادا کیا اور ٹیکسی سے اتر کر درختوں میں گھس گیا۔ جلدی جلدی اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر رابطہ لیا اور بری طرح دھاڑا

ریڈ ٹائیگر!

دوسری طرف سے کھولتی ہوئی آواز سنائی دی

ایکسٹو!

عرفان نرم پڑ گیا۔

آرڈر سر!

ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز پھر سنائی دی۔

کافی دیر سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ تم اٹینڈ کیوں نہیں کر رہے تھے؟

میں ٹیکسی میں تھا سر! اور اب اتر کر آپ سے رابطہ لیا ہے۔

سنو! چندراوتی نے تمہارے لئے فون کیا تھا۔ عمران نے فون اٹینڈ کیا تھا اور اسی نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تم چیف سے مل کر سیدھے بندرگاہ چلے جانا۔ وہاں رینبو ہوٹل میں چندراوتی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔

وہ کسی بے حد اہم مسئلے پر تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔

ٹھیک ہے سر!

چلو پھر اپنے کام میں لگ جاؤ۔

عرفان نے رابطہ ختم کر دیا۔ درختوں سے نکل کر وہ سڑک پر آیا اور آہستہ آہستہ بیساکھیاں ٹیکتا ہوا سمرسٹون ہوٹل کی طرف بڑھنے لگا۔ ہوٹل کے ایک طرف جوزف اور صفدر فٹ پاتھ پر بجلی کے کھمبے تلے کھڑے بڑے غور سے عرفان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

عرفان ہوٹل میں داخل ہوا اور ایک میز پر بیٹھ کر کافی کا آرڈر دے دیا۔ چند ہی لمحوں بعد جوزف اور صفدر بھی ایک میز پر بیٹھنے کے بعد وہ دونوں کافی پینے لگے۔

آدھ گھنٹہ اسی حالت میں گزر گیا۔ اتنے میں دو آدمی ہوٹل میں داخل ہوئے۔ وہ سیاہ چسٹر پہنے تھے اور سر پر فلیٹ ہیٹ تھے۔ جو پیشانی کی سمت ذرا جھکے ہوئے تھے۔

ہوٹل میں داخل ہوتے ہی انہوں نے ایک بار ہال کا جائزہ لیا۔ پھر ان دونوں کی نگاہیں عرفان پر جم گئیں۔ دونوں آگے بڑھے اور عرفان کے قریب آنے کے بعد ان میں سے ایک نے عرفان سے سرگوشی کی

آؤ چلیں

عرفان نے بل ادا کیا۔ اپنی بیساکھیاں سنبھالیں اور ان دونوں کے ساتھ ہو لیا۔ ہوٹل کے عین سامنے اورینج کلر کی ایک کار کھڑی تھی۔ عرفان ان دونوں کے ساتھ اس کار میں

بیٹھ گیا اور کار بندرگاہ کی طرف روانہ ہوگئی۔ کچھ فاصلہ رکھ کر جوزف اور صفدر بھی اس کار کا تعاقب کر رہے تھے۔

بندرگاہ کے علاقے میں ایک ملٹی سٹوریز بلڈنگ کے سامنے وہ کار رک گئی۔ عرفان کو لے کر وہ عمارت میں داخل ہوئے کوریڈور میں ہو کر وہ ایک لفٹ میں داخل ہوئے اور عمارت کی چوتھی منزل پر آ گئے۔ ایک گیلری میں چار کمروں کے سامنے سے گزرنے کے بعد وہ دونوں عرفان کو لے کر ایک دروازے پر آ کھڑے ہوئے۔ دروازہ آپ ہی آپ کھلا۔ اور وہ اندر داخل ہوگئے۔ اور ان کے پیچھے دروازہ خود ہی بغیر کسی آواز کے بند ہو گیا۔

وہ دونوں جب کمرے کے وسط میں آ کر رک گئے تو عرفان بھی اُن کے ساتھ وہاں کھڑا ہو گیا۔ صرف چند ہی لمحوں بعد سامنے والی دیوار میں لگا ہوا ایک سرخ بلب جلنے لگا۔ اور پھر کمرے میں ایک رونگٹے کھڑے کر دینے والی آواز گونجی

گراہم! مارسا کہاں ہے؟

جو دو آدمی عرفان کو لائے تھے آواز سنتے ہی ان کی گردنیں جھک گئیں۔ ان کی دیکھا دیکھی عرفان نے بھی اپنی گردن جھکا لی اور شرمندگی کا احساس دلاتے ہوئے اور اپنی آواز میں کپکپاہٹ پیدا کرتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

مجھے افسوس ہے سر! میں اسے بحفاظت مندر نہ پہنچا سکا۔

چیف درندے کی طرح دھاڑ گیا

میں پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے؟

مجھے علم نہیں سر!

تم بکتے ہو۔ تم نے جان بوجھ کر اسے روپوش کر دیا ہے۔ کیونکہ پروہت کی رپورٹ کے مطابق تم اس سے محبت کرنے لگے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تم نے اپنے کام میں دلچسپی لینا یکسر ہی ختم کر دی ہے۔

عرفان نے منت کی۔

یہ الزام ہے سر!

چیف نے غصے میں چلا کر کہا

تمہارا مطلب ہے پروہت جھوٹ بولتا ہے

عرفان خاموش رہا اور اس کی گردن اور زیادہ جھک گئی۔

چیف نے بڑے ناگوار لہجے میں کہا

اسے ڈیڈ روم میں لے جاؤ۔ وہاں یہ فوراً بول اٹھے گا کہ مارسا کہاں ہے۔

ان دونوں نے عرفان کو پکڑ لیا اور چیف کے کمرے سے نکل گئے۔

اس وقت تک جوزف اور صفدر بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے عمارت کے کوریڈور میں آ کر دیکھا کہ لفٹ اوپر جا چکی تھی۔ اور سیڑھیوں کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ دونوں مجبور ہو گئے وہ اندر

نہ جا سکتے تھے۔ اس لئے بڑی بے تابی کے ساتھ وہ اس عمارت
کے ارد گرد ہی گھومنے لگے۔

وہ دونوں عرفان کو چیف کے کمرے سے نکال کر پھر
آگے بڑھنے لگے۔ گیلری کے اندر ہی اندر انہوں نے ایک طویل چکر
کاٹا۔ پھر ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور عرفان کو اس کمرے میں داخل
کر کے وہ دونوں واپس لوٹ گئے۔

عرفان جب بیساکھیاں ٹیکتا ہوا اس کمرے میں داخل
ہوا تو کمرے کے اندر چاروں کونوں میں گوریلا اور باکسر ٹائپ چار
جوان کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک نے حرکت کی اور کمرے کا دروازہ
اندر سے بند کر کے دوبارہ اپنی جگہ پر جا کھڑا ہوا۔ عرفان کمرے کے
وسط میں آ کر کھڑا ہو گیا اور مدھم سی آواز میں پوچھا۔

مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔

مارسا کہاں ہے

عرفان نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھا

میں نہیں جانتا۔

گھبراؤ نہیں تم ابھی سب کچھ جان جاؤ گے

وہ چاروں آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے عرفان سے
قریب ہونے لگے۔ پھر ان میں سے ایک بھیڑیے کی طرح عرفان پر جھپٹا
اور کراٹے کا ایک ایسا ہاتھ عرفان کے شانے پر مارا کہ عرفان دوہرا
ہوتا ہوا دور جا گرا۔ اور اس کی بیساکھیاں اس کے ہاتھ سے چھوٹ
گئیں اب وہ بری طرح لڑکھڑانے کی اداکاری کر رہا تھا۔

اب ان کے دوسرے ساتھی نے عرفان کو گریبان سے
پکڑ کر اوپر اٹھایا اور گھٹنے کی دو سخت ضربیں عرفان کے پیٹ میں لگا
کر اپنے تیسرے ساتھی کی طرف عرفان کو اچھال دیا۔ عرفان درد کی
شدت سے بری طرح کراہ رہا تھا۔

اس کے تیسرے ساتھی نے عرفان کے چہرے پر اپنے
دونوں فولادی مکے مارے اور پھر عرفان کو چوتھے ساتھی کی طرف
پھینک دیا۔ اس نے ایک ساتھ اپنے دونوں ہاتھ عرفان کی گردن
کے دائیں بائیں پٹھوں پر مارے۔ عرفان تکلیف کی شدت سے جھک
گیا۔ اس نے اپنی ٹانگ کو خوب لہرا کر عرفان کے پیٹ میں اپنے
وزنی بوٹ کی ٹھوکر ماری اور عرفان بڑی بے بسی سے دروازے
کے ساتھ جا لگا اس کے سر اور منہ سے خون بہہ نکلا تھا۔

عرفان دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور بڑی
بے بسی سے گردن ایک طرف جھکا کر اونچے اونچے سانس لینے لگا۔
وہ چاروں پھر عرفان کے گرد آ کر کھڑے ہو گئے۔ اور ایک نے پھر
عرفان سے پوچھا

مارسا کے متعلق بتاتے ہو یا ابھی اور گرم کریں۔

عرفان نے بیٹھے ہی بیٹھے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ اب
مجھے نہ مارنا۔ میں مر جاؤں گا۔ میں بتاتا ہوں کہ مارسا کہاں ہے

تو پھر بتاؤ

مجھے تھوڑی سی روئی دے دو۔ میں اپنی پیشانی کا زخم صاف
کر لوں۔ پھر سب کچھ بتاتا ہوں۔ ان میں ایک کمرے کی ایک الماری

اسے تھوڑی سی روئی سپرٹ میں بھگو لایا اور خود ہی عرفان کا زخم
صاف کر دیا۔
ان کے اسی ساتھی نے پھر کہا۔
اب بتاؤ کہاں ہے مارسا!
عرفان پھر ٹال گیا
مجھے پیاس لگی ہے۔ حلق میں کانٹے پڑ گئے ہیں تھوڑا
سا پانی پلا دو۔
جو روئی لایا تھا۔ وہ پھر ہٹا اور پانی کا گلاس لے آیا۔
عرفان نے پانی پیا اور منہ پونچھ کر کراہنے لگا۔
آہ! آہ!
اس نے اپنے پاؤں کی ٹھوکر عرفان کی ران پر لگائی
اب بک بھی چکو نا — کیوں ہمارا پارہ گرم کر رہے ہو
عرفان نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا
مجھے تم لوگوں سے خوف آتا ہے۔ تم جیسے سخت جان انسان میں نے
آج تک نہیں دیکھے۔
تم میں سے صرف ایک میرے پاس کھڑا رہے۔ باقی ہٹ جائیں کیونکہ
تم سب کو دیکھ کر میری زبان میرا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ انہوں
نے اشاروں میں فیصلہ کیا۔ پھر ایک عرفان کے پاس کھڑا رہا اور
تین کمرے کے وسط میں جا کر کھڑے ہو گئے۔
جو پاس کھڑا تھا اس نے پھر عرفان کو پاؤں کی ٹھوکر
ماری۔

اب بولو بھی نا!
عرفان گولی کی سی تیزی سے کھڑا ہو گیا اور زہر بھرے
لہجے میں کہا۔
ابھی بتاتا ہوں
اس کے سامنے کھڑا غیر ملکی ششدر رہ گیا اور پریشانی سے
پوچھا
تو کیا تم اپاہج نہیں ہو؟
عرفان نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا
اپاہج تو اب میں تمہیں بناؤں گا
اس نے فوراً عرفان کے مکہ مارنا چاہا۔ عرفان نے
اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کی ناک پر ایسا مکہ مارا۔ کہ وہ چکرانے
لگا اور پھر قبل اس کے کہ اس کے تینوں ساتھی اس کی مدد کو پہنچتے
عرفان نے اپنے دونوں ہاتھوں پر اوپر اٹھایا اور اس زور سے
اسے دیوار پر دے مارا کہ اس کا سر پکے ہوئے تربوز کی طرح
پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔
عرفان اب ان تینوں کی طرف بڑھتے ہوئے غرایا
تم نے اب تک جو مجھے مار ماری ہے۔ اس سے تو بمشکل میرا بدن
ہی گرم ہوا ہے۔ اب میں اکیلا ہوں اور تم تین اور دیکھو میں
تمہاری کیسی درگت بناتا ہوں۔ عرفان دوڑ کر آگے بڑھا اور
اپنی ٹانگ لہرا کر پاؤں کی ایک ایسی ٹھوکر ان میں سے ایک
کی گردن اور ٹھوڑی کے درمیانی حصے میں ماری کہ اس کی

ٹھوڑی کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ ایک طرف گر کر بری طرح کراہنے لگا۔
باقی دو کے سامنے عرفان کسی بھوکے درندے کی
طرح جم گیا تھا۔ وہ دونوں حملہ کرنے ہی والے تھے کہ عرفان نے
اپنی ٹانگ اوپر لہرائی اور اپنے پاؤں کو وہ سر سے بھی کافی اونچا
لے گیا لیکن وہ اس کے حملے کا دفاع کر چکے تھے اور جوابی کاروائی
کے پوز بنا چکے تھے کہ عرفان فوراً اپنے پاؤں پر گھوما ان کی طرف
بیٹھ گئی اور ہوا میں اٹھی ہوئی ٹانگ کو بڑی سرعت کے ساتھ وہ
نیچے لے گیا اور پوری قوت سے ان میں سے ایک کی ناک اور پیشانی
کے کچھ حصے پر اپنے بوٹ کی ٹھوکر ماری

وہ ابھی اپنا منہ سہلا رہا تھا کہ عرفان پھر پلٹا اور اس
کے دوسرے ساتھی پر حملہ آور ہوا اور اپنے دائیں ہاتھ کا اس نے
پنجہ بنایا اور اس کی آنکھوں پر ہاتھ کا جھپٹا مارا۔ اس کی دونوں آنکھیں
زخمی ہوگئیں اور وہ بری طرح اپنی آنکھیں جھپکانے لگا۔ عرفان پھر
پہلے پر جھپٹا اور اس کے چہرے پر کراٹے کا بھرپور وار کیا اور اس
کا چہرہ لہولہان کر کے رکھ دیا۔ پھر اس نے باری باری سب کو اٹھایا
اور کھڑکی کے راستے عمارت سے باہر پھینک دیا اور اپنی بیساکھیاں
اٹھالیں۔

دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا بیساکھیاں ٹیکتا ہوا لفٹ
کے پاس آیا اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے لفٹ مین سے کہا

نیچے چلو

اس نے انکار کر دیا۔

مجھے افسوس ہے میں آرڈر ملے بغیر نیچے نہیں جا سکتا۔

واپس مڑنے کے بہانے عرفان اس کی پشت پر آیا اور اس کی گردن پر
اس زور سے مکہ مارا کہ وہ دوہرا ہو کر کرسی سے گر گیا۔ عرفان نے اسے
اٹھا کر لفٹ میں ڈالا اور لفٹ نیچے لے گیا۔

جب وہ اپنی بیساکھیاں ٹیکتا ہوا عمارت سے نکلا تو
ایک طرف کھڑے جوزف اور صفدر نے اسے دیکھ لیا اور وہ اس کی
طرف لپکے جب وہ اس کے نزدیک ہوئے تو عرفان نے مڑ کر پیچھے دیکھے
بغیر ان سے کہا

عمارت کی پشت پر چار لاشیں پڑی ہیں انہیں ٹھکانے
لگا دو۔ لفٹ مین کو بھی ان کے ساتھ چلتا کر دو۔ جوزف اور صفدر واپس
بھاگے۔ لفٹ مین کو انہوں نے خود ختم کر دیا اسے اٹھا کر وہ عمارت
کی پشت پر لے گئے اور پھر ساری لاشیں انہوں نے گٹر میں پھینک
دیں اور دوبارہ عرفان کے پیچھے لگ گئے۔ ان کا رخ اب بندرگاہ
کی طرف تھا۔

عرفان بندرگاہ کے رینبو ہوٹل میں داخل ہوا۔

ہال کے اندر آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے اس نے فوراً ساری میزوں کا جائزہ لیا۔ ایک الگ تھلگ میز پر چندراوتی بیٹھی تھی۔ وہ جامن رنگ کی پتلون اور نیلی شرٹ میں بڑی خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ عرفان آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس کے سامنے جاکر بیٹھ گیا۔

چندراوتی اسے دیکھتے ہی مسکرانے لگی تھی۔ جونہی عرفان اس کے سامنے بیٹھا اس نے عرفان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بڑے پیار سے پوچھا

کیسے ہو!

عرفان مسکرا دیا

ٹھیک ہوں

چندراوتی کی نظر جونہی عرفان کی پیشانی پر پڑی۔ اس نے بڑی فکرمندی سے پوچھا

تمہاری پیشانی پر یہ زخم کیسا ہے؟

عرفان نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

راستے میں کچھ لوگوں نے روک لیا تھا۔ اور جھگڑا ہو گیا۔

چندراوتی اور زیادہ فکرمند ہو گئی

پھر؟

پھر کیا۔ انہوں نے بھی مارا اور میں نے بھی۔ پھر وہ بھاگ گئے۔

کون تھے وہ؟

میں کیا جانوں؟

کیا ان کا تعلق مندر سے تو نہیں تھا

ہو سکتا ہے؟

چندراوتی سوچوں میں کھو گئی۔ مگر عرفان نے اسے چونکا دیا۔

تم نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے

چندراوتی چونک کر مسکرا دی

بس ملنا چاہتی تھی

میرے ہوٹل میں بھی مل سکتی تھی

ضرور مل سکتی تھی۔ پر اس کے علاوہ بھی ضروری کام ہے

وہ بھی کہہ دو

چندراوتی اپنا منہ عرفان کے بالکل قریب لے گئی اور سرگوشی کی

آج ایک غیر ملکی جہاز یہاں پہنچا ہے جو کل رات مندر سے کچھ سامان لے کر جائے گا

جہاز اس وقت کہاں کھڑا ہے؟

بندرگاہ میں عام جہازوں کے اندر

کیا تم اسے پہچان سکتی ہو

ہاں۔ ضرور پہچان سکتی ہوں۔ کیا یہ خبر تمہارے لئے اہم نہیں ہے۔

بے حد اہم ہے میں تمہارا شکرگزار ہوں۔ چلو اٹھو مجھے وہ جہاز دکھاؤ۔

کچھ کھاؤ پیو گے نہیں؟

نہیں ایسی کوئی ضرورت نہیں

عرفان چندراوتی کو لے کر باہر آیا۔ بندرگاہ کے ساتھ

ساتھ دُور دُور تک جہاز ہی جہاز کھڑے تھے۔ وہ دونوں پہلو سے پہلو ملائے بندرگاہ کے پلیٹ فارم پر چلنے لگے۔ ہوٹل کے باہر کھڑے جوزف اور صفدر بھی کچھ فاصلہ رکھ کر ان کے تعاقب میں تھے اور ان سے ذرا دور عمران بھی چھپ چھپ کر ان پر نگاہ رکھے ہوئے تھا

پلیٹ فارم پر رکے بغیر چندراوتی نے نیم آسمانی رنگ کے ایک جہاز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

یہ ہے وہ جہاز ؟

عرفان نے سرگوشی کی

کیا تم جانتی ہو اس کا تعلق کس ملک سے ہے

نہیں۔ مجھے یہ علم نہیں

عرفان رُک گیا

چلو واپس ہوٹل چلتے ہیں۔ تم وہاں بیٹھی رہنا۔ میں ذرا اس جہاز میں داخل ہوں گا۔

چندراوتی نے بڑی پریشانی سے کہا

اکیلے ہی ؟

تو کیا ہوا

وہ واپس مڑنے ہی لگے تھے کہ ان کی پچھلی سمت سے دو بڑی بڑی کارگو ٹائپ گاڑیاں آئیں اور ان کے پاس آ کر رک گئیں۔ پھر ایسی ہی ایک گاڑی سامنے کی طرف سے آئی اور وہ ان کے قریب آ کر رُک گئی۔ گاڑیوں کے اندر کھڑے ہی کھڑے کچھ لوگوں نے اپنی اسٹین گنوں کا رُخ ان کی طرف کر دیا تھا اور پھر ہلکی سی ایک آواز

سنائی دی تھی

اگر تم نے حرکت کی تو مارے جاؤ گے

عرفان بے حس و حرکت کھڑا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چندراوتی خوف زدہ ہو کر اپنی پوری طاقت کے ساتھ عرفان کے ساتھ عرفان سے لپٹ گئی تھی۔ پھر ہرے رنگ کی ایک کار رینگتی ہوئی ان کے پاس آئی۔ کچھ لوگ اس میں سے اترے۔ عرفان اور چندراوتی کو انہوں نے کار میں ڈالا اور کار کسی انجانی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

کارگو گاڑیوں کی آڑ ہونے کی وجہ سے جوزف صفدر اور ان کے پیچھے عمران یہ منظر نہ دیکھ سکے تھے۔ وہ ابھی تک اسی خیال میں تھے کہ عرفان وہاں پلیٹ فارم پر کھڑا ہے لیکن جب کارگو گاڑیاں اپنی اپنی سمت روانہ ہو گئیں تو انہوں نے دیکھا۔ عرفان اور چندراوتی وہاں نہیں تھے اور ہرے رنگ کی وہ کار جس میں ان دونوں کو اغوا کیا گیا تھا۔ اس وقت بندرگاہ کا علاقہ چھوڑ چکی تھی۔

جوزف اور صفدر بندرگاہ کے پلیٹ فارم پر بھاگنے لگے۔ سمندر میں کھڑے کچھ جہاز اپنی روانگی کی وسلیں دے رہے تھے۔ اور بندرگاہ کے بڑے بڑے کرین جہازوں کے اندر سامان لادنے میں مصروف تھے۔ جوزف اور صفدر بھاگتے ہوئے بندرگاہ سے باہر نکلے۔ لیکن اب وہاں کیا رکھا تھا۔ کار تو جا چکی تھی۔ وہ دونوں سخت مایوسی کی حالت میں تھے۔

ان کے پیچھے عمران بھی پریشان تھا اور اس کی نگاہیں بھی کسی کو تلاش کرتی پھر رہی تھیں۔ مگر کیا کیا جا سکتا تھا۔

عمران بندرگاہ کے ایک سنسان علاقے میں آیا۔ جہاں
وہ جوزف اور صفدر کو بھی دیکھ سکتا تھا۔ پھر واچ ٹرانسمیٹر پر کسی کی
فریکوئنسی ملائی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک آواز گونجی

صفدر سپیکنگ سر!

ایکسٹو!

صفدر کی آواز کپکپا کر رہ گئی

آرڈر سر!

اس وقت کہاں ہو؟

میں بندرگاہ کے علاقے میں ہوں سر!

عرفان کہاں ہے؟

سر! عمران صاحب کے کہنے پر بندرگاہ کے علاقے میں میں اور جوزف
عرفان صاحب کا تعاقب کر رہے تھے کہ وہ اچانک کہیں غائب ہو گئے

عمران بے پناہ غصے میں گرجا

اور تم دونوں کیا کر رہے تھے۔ کیا عمران نے تم دونوں کو اس پر نگاہ رکھنے
کو نہ کہا تھا۔

کہا تھا سر!

تو پھر تم دونوں نے کیوں اپنے کام میں غفلت کی۔ یاد رکھو عرفان کو اگر
کچھ ہو گیا تو میں تم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

صفدر کو سر سے پاؤں تک پسینہ آ گیا تھا اور اس کی آواز پہلے سے بھی
زیادہ کپکپانے لگی۔

سر! اصل میں عرفان صاحب کو غائب کرنے کی یہ ساری کاروائی

چند بڑی بڑی گاڑیوں کی اوٹ میں کی گئی تھی اس لئے ہم دیکھ نہ سکے۔

کیا تم نے ان کارگو گاڑیوں کو چیک کیا

ہم نے کیا ہے سر! ان میں عرفان صاحب نہیں ہیں۔

ایکسٹو نے ان دونوں کو چونکا دیا

تم اس وقت بندرگاہ سے باہر ایک عمارت کی دیوار کے ساتھ فٹ پاتھ
پر کھڑے ہو نا؟ تم نے ٹیلیفون کے کھمبے اور جوزف نے دیوار سے ٹیک
لگا رکھی ہے

صفدر کی پریشان سی آواز سنائی دی

آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر!

ایکسٹو کی غصے میں چنگارتی ہوئی آواز سنائی دی

تو پھر یوں کرو۔ دونوں یہاں سے بھاگنا شروع کرو اور اپنے ہوٹل تک
بھاگتے جاؤ۔ اگر راستے میں تم دونوں نے کہیں لفٹ لی یا رکشہ ٹیکسی کی
تو یاد رکھو دونوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر سمندر میں پھینک دوں گا۔
میں تمہارے پیچھے پیچھے ہوں

صفدر اور جوزف نے پریشانی سے ایک دوسرے کی طرف
دیکھا۔ پھر دونوں سڑک کے فٹ پاتھ پر بھاگنے لگے۔ عمران بھی بندرگاہ
سے نکلا۔ ٹیکسی اور صدیوں پرانے اس مندر کے قریب وہ ٹیکسی سے
اتر گیا اور اس سے ملحقہ قبرستان میں داخل ہو گیا۔

ایک قبر کی اوٹ میں بیٹھ کر اس نے بار بار عرفان کو شاک دیا مگر کوئی
جواب نہ ملا تھا۔

ہرے رنگ کی وہ کار جس میں عرفان اور چندرا وتی کو

اغوا کیا تھا مندر میں داخل ہوئی تھی۔ اور ان دونوں کو انہوں نے
پروہت کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ پروہت شاید پہلے ہی سے غصے
میں جلا بھنا بیٹھا تھا۔ جونہی عرفان اس کے سامنے آیا۔ اس نے کھا
جانے والی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

آخر غدار ہی نکلے نا۔ تمہارے متعلق میرے سارے شکوک درست
نکلے۔ چیف بھی تمہاری ساری حرکتوں سے واقف ہو چکا ہے۔ آج
وہ کسی مہم پر باہر گیا ہے۔ کل رات وہ یہاں آئے گا اور شاید تمہیں
شوٹ کرنے کا حکم دے دے۔ کیونکہ تم وہاں چار آدمی اور لفٹ مین
کو غائب کر کے کہیں فرار ہو گئے۔ اور رینبو ہوٹل میں چندراوتی سے
جا ملے۔ اس کا مطلب ہے۔ تمہارے چندراوتی سے تعلقات ہیں
اور تم دونوں کافی عرصہ پہلے سے مل رہے ہو۔

عرفان کے پہلو میں کھڑی چندراوتی کی گردن جھکی ہوئی
تھی۔ اور وہ بڑی پریشان دکھائی دے رہی تھی۔ عرفان نے اپنی
نگاہیں سامنے والی دیوار پر گاڑ رکھی تھیں اور وہ پروہت کی کسی
بھی بات کا جواب نہ دے رہا تھا۔ پروہت نے گرجتے ہوئے
پوچھا۔

تم بولتے کیوں نہیں ؟

عرفان نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں

یہ الزامات ہیں جن کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔

وہ چار آدمی اور لفٹ مین کہاں ہیں جن سے تم
بھاگ کر چندراوتی سے ملنے چلے گئے تھے۔

میں کسی سے نہیں کہا گا۔ انہوں نے مجھے مار مار کر
خود ہی چھوڑ دیا تھا اور میں وہاں سے چلا گیا۔

کیا تمہیں اب بھی پتہ نہیں کہ مارسا کہاں ہے ؟

ہرگز نہیں!

پروہت نے دانت پیستے ہوئے کہا

چیف اب تم سے سب کچھ پوچھ لے گا۔ فکر نہ کرو۔ اس کے ساتھ
ہی اس نے ایک سرخ بٹن پر انگلی رکھ دی۔ باہر کہیں گھنٹی بجی
تھی اور پھر دو آدمی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ پروہت نے عرفان
اور چندراوتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ان دونوں کو ڈارک روم میں باندھ دو اور کڑی نگاہ
رکھو۔

انہوں نے عرفان اور چندراوتی کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دیں
اور کمرے سے باہر لائے۔ پیتل کے بت میں سے ہو کر وہ ان دونوں
کو ان ہی تہ خانوں میں لائے جہاں عمران اور عرفان ایک بار پہلے
ہو کر گئے تھے۔

عرفان اور چندراوتی کو لے کر وہ ایک تہ خانے میں آئے
وہاں دیواروں کے اندر جگہ جگہ لوہے کے کنڈے لگے ہوئے تھے
ان کی آنکھوں سے انہوں نے پٹیاں ہٹا دیں۔ اور ان کے ہاتھ
جو پہلے ہی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ ایک ایک مضبوط رسی کے
ساتھ انہوں نے ان کے وہ بندھے ہوئے ہاتھ لوہے کے ان
کنڈوں سے کس کر باندھ دیئے۔ پھر انہوں نے کمرے کا دروازہ

باہر سے بند کر دیا اور چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد دو بن مانس نما
پجاری وہاں آئے اور اس تہ خانے کے سامنے پہرہ دینے لگے۔
چندرا وتی نے دیکھا۔ عرفان نے آنکھیں بند کر رکھی
تھیں اور وہ خاموش کھڑا تھا جیسے گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا ہو۔
چندرا وتی نے گھگھیاتی ہوئی آواز میں اسے پکارا
اب کیا ہوگا گراہم!
عرفان چونک پڑا اور آنکھیں کھولتے ہوئے چندرا وتی سے پوچھا
کیا کہا؟
چندرا وتی رو دینے والی تھی
میں پوچھتی ہوں اب کیا ہوگا
ہونا کیا ہے۔ تھوڑی دیر آرام کر لو۔ پھر یہاں سے نکل
چلتے ہیں
چندرا وتی نے پریشانی میں کہا
تو تم آرام کر رہے ہو؟
اور کیا ناٹک کر رہا ہوں
چندرا وتی نے منت کرتے ہوئے کہا
میں سنجیدہ ہوں گراہم۔ بچ نکلنے کے متعلق سوچو ورنہ یہ ہم دونوں کو
ختم کر دیں گے
عرفان تن کر کھڑا ہو گیا
واہ جی واہ تم نے پہلے کیوں نہ بتایا بس ابھی یہاں سے بچنے کی
ترکیب کرتا ہوں۔

عرفان نے اپنا پاؤں اوپر اٹھایا۔ ایڑھی کے اگلے حصے میں لگے
ہوئے چھوٹے سے ایک کیل کو زور سے فرش پر ٹھوکر ماری اور
اگلے حصے میں تلوے کے اندر سے سٹیل کی چمکتی ہوئی ایک تیز نشتر
نمودار ہوئی۔
عرفان نے اپنا پاؤں خوب لمبا کیا اور چندرا وتی کی
رسیاں کاٹنے لگا۔ تھوڑی دیر تک وہ پاؤں کو اوپر نیچے لے جاتے
ہوئے نشتر کو حرکت دیتا رہا۔ پانچ منٹ کی جدوجہد کے بعد چندرا وتی
کی رسیاں کٹ گئی تھیں۔ اور وہ عرفان کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ اب
وہ کسی قدر مطمئن اور پُرسکون دکھائی دے رہی تھی۔
عرفان نے اپنا گھٹنہ دوہرا کیا۔ اور رسیاں کاٹنے لگا۔ تھوڑی
دیر کی کشمکش کے بعد عرفان اپنی رسیاں بھی کاٹ چکا تھا۔ پھر
وہ کمرے کے دروازے پر آیا اور دروازے سے کان لگا کر کچھ سننے
کی کوشش کرنے لگا۔
دروازے سے ہٹ کر دوبارہ جب وہ چندرا وتی کے
پاس آیا تو وہ اس سے قریب ہوتے ہوئے بولی
یہاں سے کس طرح نکلا جائے گا۔ دروازہ تو باہر سے
بند ہے۔
عرفان نے اس کا شانہ تھپتھپایا
تم فکر نہ کرو۔ یہاں سے بھاگنا کوئی اتنا مشکل نہیں۔ اس نے اپنے
چسٹر کے اندر ہاتھ ڈالا اور کاغذ میں لپٹا ہوا صابن جیسا کوئی مواد
نکالا۔ اور اسے دروازے میں اس جگہ لگانے کے بعد جہاں دروازے

کا اندرونی اور بیرونی تالا تھا۔ اس نے اس مواد کے اندر پتلی سی
سُرخ رنگ کی ایک تار لگا دی
کوئی اگلا قدم وہ اٹھانے ہی لگا تھا کہ اسے اپنے بازو
پر شاک ہوا۔ اس نے واچ ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا۔ لائٹ ریڈ ٹائیگر
کی فریکونسی پر رقص کر رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ایکسٹو رابطہ قائم
کر رہا ہے۔ لہٰذا اس نے جب جلدی جلدی کنکشن لیا تو کھولتی ہوئی
آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی

ایکسٹو !

عرفان بڑا مؤدب ہو کر بولا

ریڈ ٹائیگر سپیکنگ سر !

ایکسٹو کی آواز پہلے کی نسبت اب نرم تھی۔

اپنی لوکیشن بتاؤ

ان ہی تہ خانوں میں سے ایک کے اندر جن کی طرف سمندر
کی جانب سے ایک زمین دوز راستہ آتا ہے

چندراوتی ؟

میرے ساتھ ہی ہے۔ ہم دونوں کو باندھ گئے تھے سر! میں نے رسیاں
کاٹ دی ہیں اور اب تہ خانے کا تالا کھولنے لگا ہوں

ایکسٹو نے تنبیہہ کی

ابھی کوئی حرکت نہ کرنا۔ تمہارے تہ خانے کے سامنے دو پجاری پہرہ
دے رہے ہیں۔ میں اس وقت تمہارے تہ خانے کے سامنے ہوں۔
اور پہرہ دینے والے میری نگاہوں میں ہیں۔

میں پہلے انہیں ٹھکانے لگاتا ہوں۔ اس کے بعد تم باہر آنا۔ عرفان
پیچھے ہٹ گیا اور تہ خانے کی دیوار کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔

چندراوتی نے پریشانی سے پوچھا

یہ کیا ؟ تم کچھ کرتے کرتے رک کیوں گئے ؟

عرفان نے آنکھیں بند کر لیں

سب ٹھیک ہو جائے گا

اور یہ تم نے جاسوسوں کی طرح بات کس سے کی ؟

اپنا ایک دوست ہے جو میرا محسن اور ہمدرد ہے

چندراوتی بھی خاموش ہو گئی۔ اور عرفان کے پہلو
سے پہلو ملا کر وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ تہ خانے سے باہر ایک
دیوار کی اوٹ سے ایکسٹو نمودار ہوا تھا۔ وہ اپنے اسی نقاب پوشی
کے لباس میں تھا۔ اس نے اپنے پن پوائنٹ سے دو پن پہرہ دینے
والوں پر فائر کئے اور دوبارہ اپنی اوٹ میں ہو کر انتظار کرنے لگا۔
جب دونوں پہرہ دار فرش پر گر گئے تو اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر عرفان
کو باہر آنے کا حکم دیا۔ اس دوران شیشے کی دیوار کے پیچھے دو آنکھیں
یہ سارا سین دیکھ چکی تھیں۔ ایکسٹو بھی غافل نہ تھا۔ شیشے کے پیچھے
کھڑے ہو کر جاسوسی کرنے والے پجاری کو وہ بھی دیکھ چکا تھا۔

عرفان پھر اٹھا اور اس تار کو آگ دکھا دی جو اس نے
مواد کے اندر لگائی تھی۔ تھوڑی دیر تک کچھ اس طرح کی آگ پیدا
ہوتی رہی جیسی بجلی شارٹ ہونے پر دکھائی دیتی ہے۔ پھر دروازے
کا اتنا حصہ جس پر وہ مواد لگایا گیا تھا جل کر ختم ہو گیا۔

عرفان دروازہ کھول کر چندرا وتی کے ساتھ باہر آیا۔
تہ خانے سے نکل کر وہ چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ ان کے سامنے
ایکسٹو نے ایک دیوار کی اوٹ سے اپنا سر نکالا اور پھر بھاری آواز
میں عرفان سے کہا
ساحل سمندر کی طرف چلو
عرفان اس زمین دوز راستے کی طرف روانہ ہوا جو ساحل
سمندر کی طرف جاتا تھا۔ چندرا وتی کے ساتھ عرفان تھوڑی ہی دُور
گیا تھا۔ کہ ایکدم اس نے چندرا وتی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ایکدم اوپر اُچھلتے
ہوئے اس نے ہوا کے اندر ایک تیز قلابازی لگائی اور چندرا وتی
کو بھی ایک طرف کھینچا۔ اسی وقت ان پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی۔
عرفان خود تو بچ گیا لیکن چندرا وتی چھد کر رہ گئی۔ اور وہیں دم توڑ
گئی۔ عرفان کے دیکھتے ہی دیکھتے ایکسٹو نے اس طرف گولیوں کی
بوچھاڑ کی تھی جس طرف سے عرفان پر گولیاں چلائی گئی تھیں۔ اور
پھر دو بھاری ہولناک چیخیں بلند کرتے ہوئے بڑے ہال میں آ گرے۔
انہوں نے چھت کے اوپر کسی محفوظ جگہ سے فائرنگ کی تھی۔
عرفان وہیں بیٹھ کر اور چندرا وتی کو الٹ پلٹ کر دیکھنے
لگا۔ لیکن وہ تو مر چکی تھی۔ عرفان کچھ پریشان ہو گیا۔ اتنی دیر تک اس
کے سامنے ایکسٹو نمودار ہوا۔ اس نے اپنے کندھے پر ایک لاش اٹھا
رکھی تھی جو اس نے چندرا وتی کی لاش کے قریب آ کر رکھ دی۔ عرفان
دیکھا کہ اس لاش کے چہرے پر گراہم کا میک اپ تھا اور لاش
گولیوں سے چھلنی تھی۔ پھر ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔ اب اس آواز

میں نرمی اور ہمدردی تھی
ان دونوں لاشوں کو یہیں پڑا رہنے دو۔ تاکہ وہ یہ
سمجھ کر مطمئن ہو جائیں کہ گراہم اور چندرا وتی مر چکے ہیں۔ اب تم اُٹھ
کر ساحل کی طرف بھاگ کھڑے ہو۔ یہاں اب ہر لمحہ خطرات بڑھتے
جا رہے ہیں۔ عرفان اٹھا اور اس زمین دوز راستے میں ساحل کی
طرف بھاگنے لگا۔ اس نے دیکھا۔ ایکسٹو بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔
دونوں آگے پیچھے زمین دوز راستے سے نکل کر
ساحل سمندر پر آ گئے۔ عرفان کو دوبارہ اپنے پیچھے ایکسٹو کی آواز
سنائی دی
آگے بڑھو۔ وہ دائیں جانب جوزف اور صفدر ایک لانچ
میں تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ عرفان آگے بڑھا اور کنارے پر
کھڑی ایک لانچ میں جوزف اور صفدر کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔ اس
کے دیکھتے ہی دیکھتے ایکسٹو بھی ساحل پر آیا اور بائیں جانب ایک
چھوٹی سی لانچ میں بیٹھ گیا۔ پھر اس نے لانچ سٹارٹ کی۔ اور
سمندر کے اندر تاریکی میں روپوش ہو گیا۔
جوزف نے بھی اپنی لانچ سٹارٹ کی اور بندرگاہ کے
رخ پر چھوڑ دیا۔

رات کے دس بج چکے تھے۔ مندر کے سامنے وہی نیم آسمانی رنگ کا جہاز کھڑا تھا۔ اور اس کے اندر ان گنت بھاری سامان لوڈ کر رہے تھے۔ یہ وہی جہاز تھا جس کی نشان دہی چندراوتی نے عرفان سے کی تھی۔

بارہ بجے تک جہاز کے اندر اغوا شدہ یورینیم اور جہازوں کے سپیئر پارٹس کے علاوہ دیگر کئی قسم کا سامان لوڈ ہوتا رہا۔ پھر اس نے ساحل چھوڑ دیا۔ اور سمندر کے اندر ایک طرف روانہ ہو گیا۔

کنارے کی چٹانوں کے اندر چھپے ہوئے عمران نے اپنا سر باہر نکالا اور سمندر کے اندر نگاہوں سے دور ہوتے ہوئے جہاز کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اپنی واچ ٹرانسمیٹر پر کسی کی فریکونسی ملائی اور تھوڑی ہی دیر بعد ایک آواز گونجی

عرفان سپیکنگ!

واچ ٹرانسمیٹر کے قریب منہ لے جاتے ہوئے عمران نے سرگوشی کی

کیا بنا تمہارے مشن کا؟ اور چیف کہاں ہے۔

میں نے اس بلڈنگ میں جس کے اندر چیف رہتا ہے چھ ٹائم بم رکھ دیئے۔ چیف اس وقت عمارت میں ہے۔ ان پر ٹائم کیا فکس کیا ہے۔

صبح چار بجے کا۔ کیونکہ اس وقت تک جہاز سمندر کے اندر کافی دور جا چکا ہوگا اور یہاں دھماکوں اور تباہی کی وجہ سے اس کا واپس لوٹ آنا مشکل ہوگا۔ آپ نے اپنے مشن کا کیا کیا ہے

میں بھی دونوں مندروں کے اندر ٹائم بم رکھ کر فارغ ہو چکا ہوں تم اپنی لوکیشن بتاؤ اس وقت کہاں ہو

میں اس وقت لانچ میں ہوں اور آپ کی طرف آ رہا ہوں۔ جہاز کھڑا ہے یا روانہ ہو چکا ہے

وہ ساحل چھوڑ کر سمندر میں جا چکا ہے تم جلدی پہنچو تاکہ اس کا تعاقب شروع کریں اس کے ساتھ ہی عمران نے سلسلہ بند کر دیا اور دوبارہ چٹانوں کے اندر چھپ کر بیٹھ گیا۔

پندرہ منٹ بعد سمندر کے کنارے ایک لانچ آ کر رکی تھی۔ جس کے اندر عرفان، جوزف اور صفدر بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران کی نگاہ جونہی اس لانچ پر پڑی۔ وہ چٹانوں کے اندر سے باہر نکلا اور لانچ کی طرف بھاگا۔ لانچ میں عرفان کے ساتھ بیٹھتے ہی عمران نے جوزف سے جو اس وقت لانچ چلا رہا تھا جلدی جلدی کہا۔

کا ئیے! شمال مغرب کی سمت تیزی سے چلو اور اس جہاز کا تعاقب کرو۔ لانچ کا انجن ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ سٹارٹ ہوا پھر لانچ سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔

پوری رات لانچ سمندر کے اندر اس جہاز کا تعاقب کرتی رہی صبح ہونے میں جب صرف ایک گھنٹہ رہ گیا تو لانچ جہاز کے قریب آئی۔ عرفان نے رسول کی ایک سیڑھی جہاز پر پھینکی جو اس کے

ں کی ریلنگ میں پھنس گئی اور رسے کی سیڑھی کی مدد سے عمران اور عرفان اس جہاز پر چڑھ گئے اور انہوں نے سیڑھی اتار کر دوبارہ لانچ میں پھینک دی۔

جہاز کا عرشہ بالکل ویران پڑا تھا۔ وہ دونوں وہاں لیٹ گئے اور سانپ کی طرح رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے تھے۔ جہاز کے کمروں کے پاس آکر وہ کھڑے ہو گئے اور دیواروں کی آڑ لے کر چلنے لگے۔

ایک کمرے کے سامنے جس میں سے کسی کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ دونوں رک گئے۔ پھر انہوں نے دروازے کے شیشے میں سے اندر جھانکا۔ وہ جہاز کا وائرلیس روم تھا۔ عمران اور عرفان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر عمران نے سر کے اشارے سے عرفان کو کوئی بات سمجھائی۔ دونوں نے اپنے اپنے پستول نکال لئے جن پر سائلنسر چڑھے ہوئے تھے۔

بے محابا وہ دونوں دروازہ کھول کر وائرلیس روم میں داخل ہوئے اور گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ اندر چار آدمی تھے اور وہ چاروں ان کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ ان دونوں نے ان کی لاشیں اٹھا کر ایک کونے میں چھپا دیں۔ پھر عمران وائرلیس سیٹ پر بیٹھ گیا اور کسی کی فریکونسی ملائی۔ عرفان احتیاطاً دروازے پر آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ عمران نے اپنے دونوں ہاتھ منہ کے دائیں بائیں رکھتے ہوئے وائرلیس میں کہا۔

ہیلو عمران سپیکنگ!

دوسری طرف سے سمندری لہروں پر تیرتی ہوئی سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

کہو بیٹے کیا حال ہے؟

میں اپنا مشن مکمل کر چکا ہوں سر! جہاز کو اب روک کر ڈراپ سین کر دیا جائے

سر سلطان اس بار اونچی آواز میں بولے

تمہارے پہلے میسج کے مطابق اپنی بحریہ حرکت میں آ چکی ہے اور اب تک وہ اس کے راستے مسدود کر چکی ہو گی۔ تم فکر نہ کرو میں ایک بار پھر کنفرم کر لیتا ہوں۔

شکریہ سر! عمران نے رابطہ ختم کر دیا۔

عمران کھڑا ہو گیا اور وائرلیس سیٹ کے پرزے نکال کر اس کو بے کار کرنے لگا۔ اتنے میں کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ عمران نے کسی درندے کی طرح پلٹ کر دیکھا اور دروازے کی طرف آتے ہوئے سر کے اشارے سے عرفان کو دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔

جونہی عرفان نے دروازہ کھولا۔ عمران نے ہاتھ آگے بڑھایا اور دروازے پر کھڑے جہاز کے کپتان کو گردن سے پکڑ کر اندر کھینچ لیا اور بڑی سخت اور غصیلی آواز میں اس نے عمران سے پوچھا

کون ہو تم؟

عمران نے اس کی گردن زور سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا

پہلے تم بتاؤ تم کون ہو؟

اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

میں اس جہاز کا کپتان ہوں

اور جہاز میں کیا لے جا رہے ہو؟

یہ ایک کارگو جہاز ہے۔ اور اس میں مختلف قسم کا سامان ہے

عمران نے طنزاً کہا۔

اور اس میں پاکیشیا کی اغوا کی ہوئی یورینیم بھی ہے

کپتان بوکھلانے اور ہکلانے لگا۔

عمران نے اس کی گردن پر گرفت اور مضبوط کر دی

بیٹے! کیا تم لوگ سمجھتے تھے کہ پاکیشیا والے سوئے ہوئے ہیں۔ وہ جاگتے
ہیں اور اپنا مشن مکمل کر چکے ہیں۔

کپتان نے شاید پوری ہمت کر کے کہا۔

تم دو آدمی ہمارا کیا بگاڑ سکو گے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے اپنے آپ
کو میرے حوالے کر دو ورنہ میرے ایک ہی اشارے پر میرے جہاز کا
عملہ تم دونوں کے ٹکڑے کر دے گا اور ———

کپتان اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ کیونکہ عرفان حرکت میں آیا تھا اور
اس نے کپتان کی گردن کے پیچھے پر اپنے پستول کا بٹ اس زور سے
مارا تھا کہ کپتان پر غشی طاری ہو گئی تھی۔ عرفان نے اس کے ہاتھ پاؤں
باندھے اور منہ پر ٹیپ لگا کر اسے اسی کونے میں پھینک دیا جہاں چاروں
لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

جہاز اسی طرح آگے بڑھتا رہا۔ عمران اور عرفان دونوں
وائرلیس روم کا دروازہ اندر سے بند کر کے بیٹھ گئے تھے۔ پندرہ منٹ
بعد جہاز کے عملے نے دیکھا کہ صبح کی دھند میں ان کے سامنے سمندر کے
اندر پاکیشیا کا ایک تباہ کن جہاز ان کا راستہ روک کر کھڑا ہے اور جب
انہوں نے بغور اپنے اردگرد کا جائزہ لیا تو ویسے ہی دو جہاز انہیں اپنے دا

اور بائیں جانب بھی نظر آئے۔

پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے پاکیشیا کے ان تینوں بحری
جہازوں کی گنیں حرکت میں آئیں اور ان کے دہانوں نے ایک ساتھ کئی
گولے اُگل دیئے جو اس جہاز کے اردگرد ذرا دور آ کر پھٹے اور سمندر میں
دور دور تک جھاگ پھیل گئی۔

جہاز کے عملے نے گھبرا کر جہاز کو روک دیا تھا اور وہ ادھر
اُدھر بھاگتے ہوئے اپنے کپتان کو تلاش کر رہے تھے۔ اتنے میں نہ جانے
کہاں سے نکل کر پاکیشیا کی دو بڑی بڑی فائٹنگ پولیس سمندر کا سینہ چیرتی
ہوئی اس جہاز کے قریب آئیں۔ اس کی گنوں کا رخ بھی جہاز کی طرف تھا
اور ان کا عملہ فائرنگ کرنے کے لئے چاک و چوبند تھا۔

ایک لانچ جو دائیں طرف تھی۔ اس پر لگے ہوئے لاؤڈ سپیکر
پر کسی کی سخت آواز سنائی دی

جہاز کے عملہ کو تنبیہہ کی جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو محصور سمجھے اور کوئی غلط
حرکت نہ کرے۔ بصورت دیگر کسی کی جان محفوظ نہ ہوگی

اس اعلان کے بعد دونوں فائٹنگ پولیس جہاز کے ساتھ آ کر
لگ گئیں۔ ان میں سے پاکیشیا کی بحریہ کا عملہ جو پوری طرح مسلح تھا جہاز
میں داخل ہوا۔ اور جہاز کے سارے عملے کو محبوس کر کے انہوں نے جہاز کا
کنٹرول سنبھال لیا۔ اس وقت عمران اور عرفان نے اپنا اپنا میک اتار
دیا تھا۔

گن بوٹس کے دونوں کپتان وائرلیس روم کی طرف آئے جہاں
عمران اور عرفان اب دروازہ کھول کر کھڑے تھے۔ دونوں کپتانوں نے

زور سے ایڑیاں ملاتے ہوئے عمران اور عرفان کو سیلوٹ کیا۔ اور مہم کی کامیابی پر مبارک باد دی۔

اتنے میں اس جہاز کے اوپر ایک ہیلی کوپٹر پرواز کرنے لگا تھا۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ہیلی کوپٹر نیچے جھکا اور سمندر کے اندر اس کشتی میں سیڑھی پھینکی جس میں جوزف اور صفدر اس سیڑھی کے ذریعے اوپر چڑھ کر ہیلی کوپٹر میں داخل ہو گئے جس کے اندر جولیا، ایڈتا، تنویر اور خاور پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ جوزف اور صفدر کی کشتی پر بھی بحریہ نے قبضہ کر لیا تھا۔

ہیلی کوپٹر ایک بار پھر بلند ہوا۔ اپنی سیڑھی سمیٹ لی اور اب وہ جہاز کے عرشہ پر آ کر اتر گیا۔ فائٹنگ پولس کے ایک کپتان نے عمران اور عرفان کو اس ہیلی کوپٹر میں بیٹھنے کو کہا اور وہ دونوں اپنے عملہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ ہیلی کوپٹر نے پھر پرواز کی اب اس کا رخ پاکیشیا کی طرف تھا۔

جب وہ اس جزیرے کے اوپر سے گزرے تو انہوں نے دیکھا۔ چیف کی رہائش گاہ اور مندر جل کر راکھ ہو چکے تھے۔ اور ان سے ابھی تک آگ اٹھ رہی تھی۔

پاکیشیا کے تباہ کن جہاز اور فائٹنگ پولس بھی حرکت میں آئے تھے اور وہ اس یورنیم والے جہاز کو اپنے حلقے میں لے کر پاکیشیا کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

اسی روز دانش منزل کے کانفرنس روم میں سارا اسٹاف جمع تھا اور ایکسٹو کے اعلان کا منتظر تھا۔ سب نیچی آوازوں میں باتیں کر رہے تھے اتنے میں ریڈیلب نے سپارک کیا اور سب خاموش ہو گئے۔ پھر

ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی

میں اپنی اور حکومت کی طرف سے اس مہم میں حصہ لینے والوں کو مبارک باد دیتا ہوں۔ یہ ایک کٹھن مہم تھی جسے ہم نے بڑی کامیابی سے سر کیا ہے۔ اس جزیرے میں بے شمار شرپسند لوگ جمع ہو گئے تھے اور ان جہازوں کو اغوا کر لیتے تھے جن میں قیمتی سامان ہوتا تھا۔ اور پھر یہی سامان وہ شرپسند ملکوں کو بیچ دیا کرتے تھے۔

مندر کو انہوں نے مختلف ذرائع سے ہولناک بنا رکھا تھا۔ آپ لوگوں نے مندر سے ملحقہ قبرستان میں سے اٹھ کر سمندر کی طرف جاتی ہوئی جن ہولناک عورتوں کو دیکھا تھا اور جن پر گولیوں کا اثر بھی نہ ہوتا تھا وہ بھی کچھ نہ تھا۔ اصل میں مندر کے اوپر ایک اینٹینا لگا ہوا تھا۔ اس اینٹینے کی مدد سے وہ ہوا کے اندر ایک ریڈیائی پردہ بناتے تھے جو بالکل سینما کے انداز میں ریل چلا کر وہ اس پردے پر پہلے سے عکس بندی کی ہوئی عورتوں کے مختلف مافوق الفطرت روپوں کی تصویریں پھینکتے تھے۔ جوں جوں اینٹینے کی مدد سے وہ اس ریڈیائی پردے کو حرکت دیتے تھے اس کے مطابق عورتوں کی وہ تصویریں بھی فضا کے اندر حرکت کرتی رہتی تھیں۔ آخرکار وہ ریڈیائی پردے کو حرکت دیتے ہوئے سمندر کی طرف لے جاتے تھے۔ جس کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تصویریں بھی قبرستان سے سمندر کی طرف حرکت کرتی تھیں وہاں جا کر ریڈیائی پردہ ختم کر دیا جاتا تھا اور اور اس کے ساتھ ہی وہ عورتوں کی تصویریں بھی دکھائی دینا بند ہو جاتی تھیں اور دیکھنے والا محسوس کرتا تھا کہ وہ عورت سمندر میں اتر گئی ہے۔ یہ سارا سسٹم انہوں نے اس لئے بنا رکھا تھا تاکہ وہ اس بات میں پختگی پیدا

کرسکیں کہ وہ مندر بدروحوں کا مسکن ہے تاکہ لوگ مندر اور اس کے
ارد گرد آنے کی جرأت نہ کریں اور انہیں آسانی سے اپنا کام کرنے کا
موقعہ مل جائے۔

گنیش دیوتا کے سامنے جو سانپ نمودار ہوا تھا اور پھر
لڑکی بن کر رقص کرنے لگا تھا وہ د۔ ٹوں بھی اصل نہ تھے بلکہ وہ بھی فلم
کی ریل چلا کر اسے ریڈیائی پردے پر مُت کے سامنے دکھایا گیا تھا۔
پہلے انہوں نے سانپ کی ریل چلائی اس کے بعد لڑکی کی اور یوں انہوں
نے دیکھنے والوں کو بے وقوف بنایا۔

ایکسٹو تھوڑی دیر رکا پھر دوبارہ اس کی آواز سنائی دی۔
اب تم لوگ جا کر آرام کرو۔ عمران اور عرفان تیار رہیں۔ دو دن بعد میں
تم دونوں کو ایک اس سے بھی سخت مہم سونپنے والا ہوں۔
ایکسٹو خاموش ہو گیا۔ اور سیکرٹ سروس کا سٹاف اٹھ کر
دانش منزل سے باہر نکلنے لگا۔

اسلم راہی۔ ایم۔ اے
42۔ حیدر بلڈنگ موہنی روڈ
لاہور